قال اللہ تعالیٰ وسقوا ماءً حمیماً فقطع امعاءھم

للہ الحمد والمنۃ کہ رسالہ عجالہ نافعہ مسمیٰ بہ

ماء حمیم

للمولوی

عمر کریم

سنہ ۱۳۲۹ھ

اس رسالہ میں مولوی عمر کریم حنفی پٹنوی کے بارہ سوالوں (مندرجہ اشتہار نمبر ۱) کے اصولی جوابات بالتفصیل دیئے گئے ہیں۔ قابل ملاحظہ ہر خاص و عام

سنہ ۱۹۱۱ء

از تالیفات مولانا محمد ابو القاسم صاحب حبیب ابن مولانا مولوی محمد سعید صاحب مرحوم مغفور پنجابی

باہتمام مصنف

در مطبع سعید المطابع واقع بنارس مطبوع گردید

جواب اشتہار نمبر ۱ مولوی عمر کریم حنفی پٹنوی مشتہرہ سنہ ۱۳۲۲ ہجریہ

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر می شوم جامع بخاری در بغل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ والسلام علی اٰلہ - **امابعد** خاکسار محمد ابو القاسم عفی عنہ بخدمات عالیہ محبان فی اللہ عرض پرداز ہے کہ مولوی عمر کریم کا جب اشتہار نمبر ۱ شائع ہوا تھا عاجز کا وہ بچپن کا زمانہ اور تحصیل علم کا وقت تھا اس لئے خاکسار کیطرف سے اوسکا جواب نہیں ہوا۔ گو ہمارے دوست مولوی رفعت اللہ خاں نے شاہ جہان پور سے بہتے سیلاب کو روکنے کے لئے ایک اشتہار اوسکے جواب میں جس میں انکے سوالوں کو الٹ کر امام ابو حنیفہ رح پر کیا تھا شائع کیا جس سے بڑا فائدہ ہوا۔ کہ خصم کو تاب جواب نہیں ہوئی۔ لیکن امام بخاری پر سے اصل دھبہ دور نہیں ہوا۔ اس لئے خاکسار کا بعد فراغت از تحصیل علوم خیال ہوا کہ اوسکا بھی تحقیقی جواب ضرور ہونا چاہئے جیسا کہ الزامی ہو گیا لیکن اس خیال سے رک گیا کہ اوسکو شائع ہوئے مدت دراز ہو گئی یہانتک کہ احباب مخلصین کا سخت تقاضا ہوا کہ حسن طور سے اونکے اشتہار نمبر ۲ کے ۳ جواب (ایک بذریعہ اشتہار دوسرا صراط مستقیم تیسرا الریح العقیم) اور نمبر ۳ کا جواب (العرجون القدیم) اور نمبر ۴ کا جواب (الخزی العظیم خاکسار کی طرف سے) شائع ہوئے جو مقبول و مفید خلائق ہوئی نمبر ۱ کا بھی ضرور جواب ہونا چاہئے۔ پھر بعض احباب نے اسکی تائید کی جس سے مجبور ہو کر اوسکے جواب میں یہ رسالہ ماء حمیم تجویز ہوا۔ مذکوری کی طرف سے مولوی عمر کریم کا پورہ تعاقب کماحقہ کیا گیا ہے لیکن افسوس کہ وہ بار بار اونہیں باتوں کو دہراتے ہیں جنکے جواب کئی مرتبہ ہو چکے۔ لیکن۔ ع۔

ہم بھی ہیں بسینہ سپر قاتل لگا جو ہو سو ہو

خدا سے امید ہے کہ اس رسالہ کو بھی اسی طرح مقبول عام کرے جیسے کہ اسکے اخوات کو کیا۔ اللہم آمین میرے رسالوں کے مقبول عام ہونے کے میرے پاس بہت سے سارٹیفکٹ (سندیں) آئے ہیں۔ منجملہ اونکے ایک بزرگ کا درج کیا جاتا ہے جس سے ناظرین کو میرے قول کی تصدیق ہو جاوے گی۔ مولوی عبد الحمید صاحب

مترجم سرکار نظام حیدرآباد دکن سے اپنے خط ملفوف مورخہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ میں لکھتے ہیں ۔ جناب مولانا مولوی محمد ابو القاسم صاحب سلمہ۔ السلام علیکم مزاج گرامی؟ آپ کی تصنیف الرجوم القدیم من اولہ الی آخرہ نظر سے گذری ماشاء اللہ کیا دندان شکن جواب دئے گئے ہیں کہ باید وشاید۔ کل الحزب العظیم والریح العقیم بھی دیکھا چشم بد دور! آپ خوب لکھتے ہیں اور ماشاء اللہ ابھی آپ کی عمر ہی کیا ہے؟ مگر ؎

گرچہ طفلی وہنوز ت شکر آلودۂ شیر . دل صد پیر وجوان ہست بعشق تو اسیر

آپ سے گو شرف ملاقات نہیں ہے لیکن آپکی تیزی کے باعث مجھکو آپ سے محبت ہوگئی ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد

بسا کیں دولت از گفتار خیزد

والسلام۔

علی ہذا القیاس اور بھی کثرت سے خطوط ہیں۔ چونکہ ایک کا وہی حکم جو کل کا اسلئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں و۔ قیاس کن گلستان مہار مراد۔ اب میں اصل جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ بعون اللہ وصونہ اللھم ایدنی بروح القدس۔ واضح ہو کہ مولوی عمر کریم کے سوالات لفظ سوال سے اور ان سوالونکے جوابات لفظ جواب سے تعبیر کئے گئے ہیں تاکہ سمجھنے میں ناظرین کو سہل ہو۔ وکان الشروع بتوفیق اللہ۔ مولوی عمر کریم نے قبل سوالات ایک مختصر سی تمہید دیباچہ کے طور پر لکھی ہے جس میں یہ دو شقیں نکالی ہیں کہ بخاری پر عمل کے ضروری ہونے کی کیا وجہ ہے ایا مثل قرآن مجید کے اوسکو صحیح سمجھکر بلا تحقیق عمل کرتے ہیں یا اوسکی صحت وسقم کو جانچ لیا ہے؟ پہلے میں اسکا مختصر جواب عرض کر دوں کہ صحیح بخاری جب اسقدر التزام سے جمع کی گئی کہ اوسکا اتمام سولہ برسوں میں ہوا۔ تو بیشک وہ اس قابل ہے کہ اوسپر بلا تحقیق عمل کیا جاے جیسا کہ الامر المبرم صہ میں لکھا گیا ہے۔ دوئم یہ کہ علماے محدثین نے اوسکی جانچ پڑتال کرکے حکم لگا دیا ہے کہ اس میں سوائے صحیح لذاتہ کے صحیح لغیرہ بھی نہیں ہے چہ جائیکہ اس میں احادیث حسان یا ضعاف سے ہوں! چنانچہ سلف میں اس جانچ وپڑتال کی آخری لیکن مکمل کتاب ہدی الساری مقدمہ فتح الباری مرتبہ حافظ ابن حجر عسقلانی ہے اور اندنوں صحیح بخاری کے رواۃ کے جانچ پڑتال میں خاکسار کی کتاب الکلام المبرم ہے (جس میں آپکے رسالہ الکلام المحکم کا جواب اور ایک سو پچھتر ۱۷۵ راویوں کی جانچ وپڑتال کی گئی ہے) پس ہمارا عمل صحیح بخاری پر اسلئے بھی ہے کہ ہمنے اوسکو جانچ لیا ہے۔ اس بنا پر اب سنئے اپنے سوالوں کے جوابات!

سوال۔ (۱) یہ کہ اس (بخاری) میں کوئی احاد نہیں ہے؟ کسواسطے کہ جو احادیث آحاد ہیں وہ ظنی ہیں اور ظنی مفید حق نہیں۔ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً یعنی ظن مفید حق نہیں ہوتا ہے۔ پس ایسی

حدیثیں کب واجب العمل ہو سکتی ہیں۔

جواب۔ (۱) صحیح بخاری میں زیادہ تر حدیث آحاد ہیں۔ بلکہ للاکثر حکم الکل کے اعتبار سے ہم بڑے زوروں سے دعوے کرتے ہیں کہ صحیح بخاری کی کل حدیثیں آحاد ہیں۔ اب اس بنا پر آپکے سوال کا خلاصہ یہ ہوا کہ احاد ظنی ہوتی ہیں۔ اور ظنی حق کی مفید نہیں لہٰذا واجب العمل نہیں۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ احاد واجب العمل نہیں۔ لیکن افسوس کہ اس شکل میں تقریب تام نہیں کیونکہ قیاس کے دونوں مقدمے نامسلم اور شرائط انتاج مفقود ہیں۔ صغری آپکا (یعنی آحاد ظنی ہوتی ہیں) اصول حدیث والوں کے یہاں غیر مسلم ہے۔ اسلئے کہ محدثین نے احاد کی دو قسمیں کی ہیں مقبول و مردود اور مقبول محدثین کے یہاں مفید یقین ہے ملاحظہ ہو کتب اصول حدیث۔ احاد کا مفید ظن ہونا مذہب ہے حنفیہ کا جیسا کہ نور الانوار میں ہے دون علم الیقین (ص ۱۴۹) بس فقہ کے اصول مخترعہ سے حدیث کے اصول مقررہ پر کیونکر اعتراض ہوگا؟ ولا یقول به الامن سفه نفسه۔ علاوہ بریں حنفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خبر آحاد بوقت وجود قرینہ یقین کا فائدہ دیتی ہے مولوی عبد الحی حنفی لکھنوی مرحوم قمر الاقمار میں لکھتے ہیں نعم ان خبر الواحد مع انضمام القرینة القطعیة تفید الیقین انتہی۔ لہٰذا کلیت صغری آنجناب کی رفو چکر ہوئی۔ باقی رہا کبری (یعنی ظنی مفید حق (یقین) نہیں بدلیل آیت قرآن) یہ بھی صحیح نہیں جیسا کہ ابھی عبارت قمر الاقمار سے ظاہر ہوا کہ آحاد (جو بقول آپکے ظنی ہے) قرینہ سے یقین کا فائدہ دیتی ہے۔ اور منطقیوں کے یہاں ظن نام ہے جانب راجح کا۔ اور جانب راجح ایک شاخ ہے یقین کی۔ اس سے بھی آپکا کبری صحیح نہیں ہوتا۔ ہاں کبری کی دلیل میں آپکا آیت قرآن پیش کرنا کہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا (پ ۱۱ س یونس ع ۴) آپ کے لئے سخت مضر ہے۔ اسلئے کہ آیت میں ظن سے مراد جانب مرجوح یعنی وہم ہے نہ جانب راجح۔ اسلئے کہ کفار کا یہ خیالی وہم تھا کہ بت ہماری سفارش خدا کے یہاں کریں گے۔ جو بالکل جانب مرجوح ہے۔ اسکو راجح کہنے والا مشرک ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ ظن یہاں اصلی معنی (جانب راجح) پر نہیں ہے۔ دلیل اسکی آیت ما قبل کی ہے خدا فرماتا ہے وما یتبع اکثرھم الا ظنا اس آیت میں ظناً پر تنوین تحقیر کی ہے (ملاحظہ ہو تفسیر فتح البیان وغیرہ) جو خود دال ہے معنی مجازی وہم پر۔ چنانچہ اسی آیت سے ظن کے وہم کے معنی میں بھی آنے کی دلیل پکڑی جاتی ہے۔ عبید اللہ بن مسعود شرح وقایہ میں تحت قول ظننہ فرماتے ہیں لیس المراد بالظن رجحان احد الطرفین بل المراد الوهم انتہی۔ اسی پر مولوی عبد الحی حنفی عمدۃ الرعایہ میں لکھتے ہیں ان الظن قد یطلق علی الوهم ایضاً وهو المراد هٰهنا الخ لہٰذا کبری بھی آپکا باطل ہوا۔ پس نتیجہ بھی ضرور غلط اور باطل ہوگا۔ علاوہ اسکے یہ دعوے کرنا کہ خبر احاد واجب العمل نہیں۔ یہ بذاتہ خود غلط ہے۔ اسلئے کہ

حنفیہ جو خبر آحاد کو ظنی کہتے ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ خبر آحاد واجب العمل ہے گو ظنی ہے۔ خبر آحاد کے واجب العمل
ہونے پر محدثین اور حنفیہ کا اتفاق ہے۔ یہ آپ نے کیسے کہا؟ کہ وہ ایسی حدیثیں کب واجب العمل ہو سکتی ہیں"
بسلئے کہ خبر آحاد کے واجب العمل نہ ہونے کا مذہب معتزلہ اور روافض کا ہے۔ مولوی عبد اللہ حنفی ٹونکی شرح
نزھہ میں لکھتے ہیں احتراز عن المعتزلۃ فانھم انکروا وجوب العمل بالآحاد وکذا القاسانی والروافضۃ وابن
داؤد وقولھم مردود لاجماع الصحابۃ والتابعین علی وجوب العمل بالآحاد انتہی آپ نے جو کہا کہ خبر آحاد واجب
العمل نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ رافضی ہیں (الحمد للہ کہ آپ کے شیعہ ہونے کی تصدیق پر تصدیق ہوتی جاتی ہے) بلکہ حسامی
(اصول فقہ حنفی) میں ہے وخبر الواحد یوجب العمل (ص۸۳) اور منار (اصول فقہ حنفی) میں ہے وانہ یوجب العمل بالکتاب
والسنۃ والاجماع والمعقول انتہی یعنی خبر واحد چار دلیلوں سے واجب العمل ہے۔ قرآن۔ حدیث۔ اجماع۔ قیاس۔ اب
ہر ایک کی تفصیل نور الانوار سے سنئے۔ قرآن مجید میں ہے فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین
ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (پ۱۱ س توبہ ع ۱۵) یعنی پس بڑی جماعت میں سے تھوڑے
لوگ کیوں نہ نکلے تاکہ علم حاصل کریں دین کا اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرا دیں تاکہ وہ لوگ ڈرتے رہیں۔ ملا جیون
اسپر لکھتے ہیں فاللہ تعالیٰ اوجب الانذار علی الطائفۃ وھی اسم للواحد والاثنین فصاعدا او اوجب علی الفرقۃ
قبول قولھم والعمل بہ فثبت ان خبر الواحد موجب للعمل انتہی (نور الانوار ص۱۴۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے طائفہ پر ڈرانا
واجب کیا ہے اور طائفہ کا اطلاق ایک دو تین پر ہوتا ہے۔ اور بڑی جماعت پر انکی بات ماننا اور اوسپر عمل کرنا
واجب کیا ہے تو ثابت ہوا کہ خبر واحد کی موجب عمل ہے۔ اب سنئے حدیث سے۔ ملا جیون نے تین حدیثیں پیش
کی ہیں (۱) یہ کہ آنحضرت صلعم نے بریرہ کی خبر صدقہ میں قبول کیا جسکے جواب میں فرمایا لک صدقۃ ولنا ھدیۃ (۲)
حضرت سلمان فارسی نے جب ایک طبق کھجور پیش کرکے کہا کہ یہ آپکے لئے ہدیہ ہے۔ آپ نے اوس اکیلے کی خبر قبول کرکے
خود بھی کھایا اور صحابہ کو کھانے کا حکم کیا (۳) آپ نے حضرت علی اور معاذ کو یمن میں حاکم بناکر اور دحیہ کلبی کو قیصر روم کیطرف
برائے دعوت اسلام بھیجا تاکہ لوگ ان سب اکیلے اکیلے کا حکم مانیں۔ آگے فرماتے ہیں فلولم یکن اخبار الآحاد موجبۃ
للعمل لما فعل ذالک انتہی (نور الانوار ص۱۴۹) یعنی خبر احاد اگر واجب العمل نہ ہوتی تو آنحضرت صلعم ایسا نہ کرتے۔ اب
سنئے اجماع: ملا صاحب لکھتے ہیں کہ صحابہ آپس میں اخبار آحاد سے دلیل پکڑتے تھے۔ پانی کی طہارت اور نجاست
کے متعلق خبر واحد کے قبول کرنے پر صحابہ کا اجماع ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر نے انصار رض پر جب یہ حدیث پیش کی
قال علیہ السلام الائمۃ من قریش تو سبھوں نے اس خبر واحد کو بغیر انکار کے قبول کرلیا (ملاحظہ ہو نور الانوار ص۱۵۰) اب سنئے

دلیل عقلی (قیاس) نور الانوار میں ہے ہو ان المتواتر والمشہور لایوجد ان فی کل حادثۃ فلو رد خبر الواحد فیھا لتعطلت الاحکام انتہی (ص۱۸۰) یعنی متواتر و مشہور حدیثیں ہر وقت نہیں ملتیں اگر خبر واحد واجب العمل نہو تو سارے احکام بیکار ہو جاویں۔ پس ان چار دلائل سے حنفیہ کے نزدیک خبر واحد واجب العمل ہے۔ یہ میں نے اس لئے پیش کیا کہ آپ چونکہ اپنے کو حنفی کہتے ہیں ورنہ بحث چونکہ حدیث پر ہے اس لئے اصول حدیث کا مسئلہ پیش کرنا تھا۔ لہٰذا اب سنئے۔ ہم نے اس مسئلہ پر اپنے رسالہ الریح العقیم صلا میں گو کافی روشنی ڈالی ہے لیکن یہاں اوسکا اقتباس درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ پس سنئے۔ حافظ ابن حجر شرح نخبہ (اصول حدیث) میں لکھتے ہیں کہ آحاد کی دو قسمیں ہیں (۱) مقبول (۲) مردود۔ مقبول کی تعریف یہ بتلاتے ہیں وھو ما یجب العمل بہ عند الجمہور (نزھۃ صلا) یعنی جمہور کے نزدیک واجب العمل کو مقبول کہتے ہیں۔ اور مقبول کی قسموں میں اول صحیح ہے۔ اور بخاری کی حدیثیں چونکہ کل صحیح ہیں اسلئے سب واجب العمل ہیں۔ دیکھئے حنفیہ کے نزدیک تو خبر آحاد کل واجب العمل ہے لیکن محدثین کے نزدیک کل خبر واحد واجب العمل نہیں مگر جو مقبول ہو۔ یہ تو ہر خبر واحد صحیح کے متعلق تھا۔ اب یہ بتلاتا ہوں کہ بخاری کی حدیثوں کے واجب العمل ہونے پر خاص طور سے بھی اجماع ہو چکا ہے اوسی شرح نخبہ میں ہے وانما اتفقوا علی وجوب العمل بہ انتہی (ص۱۳) یعنی صحیح بخاری کی حدیثوں کے واجب العمل ہونے پر اجماع ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ صحیح بخاری کی کل حدیثیں واجب العمل ہیں گو وہ آحاد ہی ہوں۔

سوال (۲) یہ کہ اس (بخاری) کی سب حدیثیں بلفظہ روایت کی گئی ہیں یعنی جو الفاظ آنحضرت یا صحابہ کی زبان سے نکلتے تھے اوسکو ہر راویوں نے اوس زمانہ سے اسوقت تک پورے طور سے یاد رکھا کہ جب تک وہ امام بخاری کو بہو بہو پہنچیں ہاں سوا اسکے کہ اگر روایت بالمعنی کی گئی ہے اور ہر شخص نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق حدیث کی عبارت بنائی ہے تو اس سے اصل مدعا میں خلل عظیم پڑنے کا احتمال ہے کیونکہ جب کسی واقعہ کو مختلف لوگ مختلف زمانہ میں اپنے اپنے طور سے بیان کرتے ہیں تو وہ بات کہیں سے کہیں جا پڑتی ہے جیسا کہ ہر شخص اس سے بدیہی طور سے واقف ہے۔

جواب (۲) پہلے میں آپکے سامنے روایت بالمعنی کے متعلق عرض کروں۔ روایت بالمعنی اسکا نام نہیں ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی سمجھ کے مطابق عبارت آرائی کرے جس سے آپکو خلل عظیم کا احتمال ہوا بلکہ روایت بالمعنی کہتے ہیں راوی کے ایسے الفاظ بیان کرنے کو جس سے اور اصل الفاظ سے تناقض نہو۔ مثلاً عربی میں بہت سے الفاظ مشترک المعنی ہوتے ہیں کسی نے شیر کے لئے بجائے اسد کے لیث کہدیا کسی نے ضرغام کہدیا کسی نے

سونے کے لئے بجائے ذہب کے طلا یا عقیان یا عسجد کہدیا کبھی سے چاندی کے لئے بجائے فضہ کے
ورق یا لجین کہدیا تو اس سے کوئی خرابی یا خلل واقع نہیں ہو سکتا۔ ہاں بشرطیکہ راوی الفاظ اور انکے مقاصد
کا جاننے والا مقدار تفاوت سے واقف ہو جیسا کہ مقدمہ ابن الصلاح ص۱۰۵ میں ہے۔ کہ اگر وہ نہ جانتا
ہو تو ابن صلاح فرماتے ہیں۔ فلا خلاف انه لا یجوز له ذلک وعلیه ان لا یردی ما سمعه الا علی اللفظ الذی
سمعه من غیر تغییر انتہی (ص۱۰۵) یعنی عدم علم کی حالت میں راوی کو بغیر تصریح اصل لفظ کی روایت جائز نہیں ہے
ہاں فاما اذا کان عالما عارفا بذلک فالاصح جواز ذلک انتہی (صفحہ مذکورہ) یعنی راوی جب الفاظ اور انکے مقاصد
و مقدار تفاوت وغیرہ سے واقف ہو تو روایت بالمعنی اوسکو جائز ہے۔ اب حافظ فقیہہ تقی الدین ابو عمرو عثمان
بن الصلاح عبدالرحمن الشہرزوری نزیل دمشق اپنی اوسی کتاب مقدمہ میں دلیل دیتے ہیں لان ذلک هو الذی
تشهد به احوال الصحابة والسلف الاولین وکثیرا ما کانوا ینقلون معنی واحدا فی امر واحد بالفاظ مختلفة
وما ذاک الا لان معولهم کان علی المعنی دون اللفظ انتہی (ابن صلاح ص۱۰۵) یعنی روایت بالمعنی کی شہادت تو خود
صحابہ اور سلف متقدمین سے ملتی ہے وہ لوگ اکثر ایک معنی کو مختلف الفاظ سے نقل کرتے اسلئے کہ اونکا مدار معنی پر
ہی تہا نہ لفظ پر۔ ہاں روایت کی شرط بالمعنی میں یہ ضرور ہے کہ راوی آخر میں او کما قال کا لفظ ضرور کہے یا اسکے
مشابہ (ابن صلاح ص۱۰۵) ابن ساری تقریر سے ثابت ہوا کہ محدثین کے نزدیک جیسے روایت باللفظ معتبر ہے
بالمعنی بہی۔ اور خود صحابہ سے یہ ثابت ہے جسکا ثبوت واقعات سے بہت ملتا ہے۔ پس بخاری میں روایت
بالمعنی کے ہونے سے محدثین کے یہاں کوئی اعتراض وحرج نہیں ہے گو آپکے نزدیک عقلاً حرج ہو۔ لیکن
شرعی امور میں تو عقل کو تابع شریعت اور قواعد کے کرنا ہے نہ شریعت کو تابع عقل کے ورنہ السیوں کے لئے
افرایت من اتخذ الهه هواہ کا قلادہ گردن میں ڈالنے کو موجود ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ادائے مقصود میں روایت
باللفظ و بالمعنی دونوں یکساں ہیں گو صحیح بخاری کی اکثر احادیث کی موافقت اور کتب حدیث مثلاً صحیح مسلم وغیرہ
سے بخوبی ہوتی ہے جو صاف شاہد ہے کہ یہ روایات بالفاظہیں فتفکر۔ آپکو جہاں تضاد معلوم ہو تو پیش کریں۔

سوال (۳) یہ کہ سب راوی اوس (بخاری) کے عادل ہیں؟ اور حدیث کے راویوں کے عدل کی تعریف جو
ائمہ دین سے منقول ہے وہ یہ ہے العدالة هو الاستقامة والمعتبر ههنا الکماله وهو رجحان جهة الدین والعقل
علی الهوی والشهوة حتی اذا ارتکب کبیرة او اصر علی صغیرة سقطت عدالته کذا فی نور الانوار۔
یعنی عدالت جو حدیث کے راویوں کے واسطے مشروط ہے وہ اونکی استقامت ہے اور معتبر یہاں استقامت کا کمال ہے

اور استقامت کامل اسکو کہتے ہیں کہ اوسکا دین اور عقل غالب ہو طریقۂ ہوئی اور خواہش پر۔ یہانتک کہ اگر کوئی گناہ کبیرہ کرے یا صغیرہ پر اصرار کرے تو عدالت اوسکی ساقط ہوجاتی ہے۔ ایسا ہی نورالانوار میں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی راوی ایسا ہو کہ اوسکی خواہشات نفسانی عقل اور دین پر غالب ہے تو اوسکی روایت کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے؟ کسواسطے کہ ایسے راوی میں ہر وقت یہ احتمال باقی ہے کہ اوس نے کسی خواہش نفسانی کی وجہ سے یہ حدیث بنالیا ہو۔

جواب - (۳) صحیح بخاری میں کوئی ایسا متبع ہوئی اور خواہش پرست راوی نہیں ہے والبرهان علے المدعی۔ بلکہ صحیح بخاری کے سب راوی عادل ہیں اسلئے کہ صحیح بخاری میں کل حدیثیں باتفاق امتہ صحیح لذاتہ میں اور عدالتہ صحیح لذاتہ کی تعریف میں داخل ہے۔ نخبہ میں صحیح لذاتہ کی تعریف یوں منقول ہے بنقل عدل تام الضبط متصل السند غیر معلل ولا شاذ انتہی (ص۲) دیکھئے اس سے ثابت ہوا کہ ناقل (راوی) کو عادل ہونا چاہئے۔ لہذا ثابت ہوگیا کہ صحیح بخاری کے کل راوی عادل ہیں۔ افسوس تو مجھے یہ ہے کہ آپ سوال حدیث پر پیش کرتے ہیں اور اسکے اجزاء حدود و شرائط وغیرہ اصول فقہ (نورالانوار) سے نقل کرتے ہیں۔ آئیے ہم آپ کو عدالتہ کی تعریف اصول حدیث سے سنادیں۔ المراد بالعدل من له ملكة تحمله على ملازمة التقوى والمروة والمراد بالتقوى اجتناب الاعمال السيئة من شرك او فسق او بدعة انتہی (نزھہ ص۱) یعنی محدثین کے نزدیک رواۃ عدالتہ سے مراد یہ ہے کہ راوی میں ایسا ملکہ پیدا ہوجائے جو اوسکو پرہیزگاری اور مروۃ کے لزوم پر برانگیختہ کرے۔ اور تقوی سے مراد برا اعمال شرکیہ فسقیہ بدعیہ سے پرہیز کرنا ہے۔ اور الحمد للہ کہ صحیح بخاری کے سب راوی اس تعریف عدالتہ کے پوری مصداق ہیں۔

سوال - (۴) یہ کہ ہر آدمی نے اپنے مروی عنہ کے قول کو اس طرح سنا کہ جو حق سننے کا ہے یعنی اول سے آخر تک اسکے قول کو غور اور توجہ سے سنا ہے۔ کسواسطے کہ کسی نے اگر کسی کے قول کو سرسری طور سے سنا ہے تو پھر ایسے شخص کی نسبت یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ جو اس نے اپنے مروی عنہ سے سنا ہے اوسی کو روایت کیا ہے۔

جواب (۴) علمائے سلف اور خصوصاً محدثین کرام آجکل کے جیسے کند ذہن نہیں ہوتے بلکہ اونکا ایکدفعہ کا سننا انکے حق میں نقش کالحجر کا مصداق تھا۔ علاوہ بریں خود اصول حدیث میں یہ شرائط موجود ہیں حافظ شرح نخبہ میں معرفۃ آداب الشیخ والطالب کے بیان میں راوی کے متعلق فرماتے ہیں ویعتنی بالتقیید والضبط ویذاکر بمحفوظه ليرسخ في ذهنه انتہی (ص۹) یعنی راوی قصداً اہتمام کرے تقیید و ضبط کا اور اپنی یادداشت کا مذاکرہ کرے تاکہ اسکے ذہن میں پوری طور سے جم جائے۔ علی ہذا القیاس اسکو ابن صلاح نے اپنے مقدمہ کے

نوع رابع وعشرون (۲۴) میں بالتفصیل بیان کیا ہے اور اس فن میں خطیب ابو بکر بغدادی کی ایک مستقل کتاب ہے جسکا نام ہے الجامع لآداب الشیخ والسامع من شاء فلیراجع الیہما بحمد اللہ کہ صحیح بخاری میں کوئی ایسا راوی نہیں جسنے اپنے مروی عنہ کے قول کو بے توجہی سے سنا ہو۔ ورنہ اوسکو طلب حدیث ور روایت کی کیا ضرورت ہوتی؟ من یدعی خلاف ذلک فعلیہ البیان بالبرہان۔

سوال۔ (۵) یہ کہ ہر راوی حدیث نے جس سے حدیث سنی ہے وہ پوری پوری سنی ہے۔ کسواسطے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی کے وعظ میں اوسوقت شریک ہوا کہ جب واہ واعظ آدھی حدیث روایت کر چکا تھا۔ اور آدھی حدیث جو باقی رہی تہی وہ اُسکے سامنے روایت کی گئی پس اس نے آدھی حدیث سنی اور اوسی کو روانیت کیا تو ایسی حدیث کب واجب العمل ہو سکتی ہے۔؟

جواب۔ (۵) ایسی حدیثوں کے واجب العمل ہونے کا خیال محض غلط ہے اس لئے کہ کتب اصول حدیث کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ امر مخفی نہیں کہ احادیث کے اکثر ٹکڑے اپنے مقصود کے بیان کرنے میں ماقبل ومابعد کے محتاج نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے محدثین اپنی کتابوں میں بڑی لمبی لمبی حدیثوں سے ایک ٹکڑہ مقصود کے مطابق بیان کر کے الحدیث لکھتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔ اور خود اسکا رواج صحابہ کرام کے عہد مبارک میں جاری ہو گیا تھا۔ اگر یہ واجب العمل نہ ہوگا۔ تو قرآن مجید کے ٹکڑے مقصود کے مطابق بیان کرنا ناجائز ہوگا۔ حالانکہ فقہا ہی نہیں نہیں محدثین بلکہ خود رسول اللہ صلعم نے مقصود کے تبلانے کو آیت کا ٹکڑہ پڑھا ہے کما لا یخفی علی من یطالع کتب الحدیث علاوہ بریں خود آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے بلغوا عنی ولو آیۃ یعنی میری حدیث پہونچا دو اگرچہ ایک ہی ٹکڑہ تم کو معلوم ہو جس سے اوسکا واجب العمل ہونا آفتاب نیم روز کی طرح درخشاں ہے۔ اب آئے آپکو یہ تبلاویں کہ ایسی حدیث کی روایت کرنے کا کیا طریق ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جسقدر حدیث کا ٹکڑہ شیخ سے سنا اوسکو شیخ کے واسطہ سے روایت کرے باقی ٹکڑوں کو تلامذہ سے سنکر بالواسطہ روایت کرے بعض کا یہ مذہب ہے کہ بقیہ ٹکڑوں کو حاضرین سابقین ثقات سے دریافت کر کے کل حدیث کو اپنے شیخ ہی سے روایت کرے یہ بہی جائز ہے۔ بہر حال ہر دو صورت میں وہ واجب العمل ضرور ہے۔ علاوہ ازیں صحیح بخاری کی کل حدیثوں کے واجب العمل ہونے پر اجماع ثابت ہے کما مر من قبل۔ پس اگر اوس میں سب ٹکڑے والی احادیث ہوں تو بہی وہ سب بوجہ اجماع سلف واجب العمل ہیں۔ فتدبر۔

سوال۔ (۶) ہر راوی کا قوت حافظہ درست تہا۔ کسواسطے کہ جس کسی کا حافظہ خراب ہوتا ہے تو باتوں کا کچھ

حصہ یاد رکھتا ہے اور کچھ بھول جاتا ہے۔ بس ایسے حافظہ والوں کی روایت کیونکر معتبر ہو سکتی ہے۔

جواب (٦) معتبر تو ہو سکتی ہے لیکن تھرڈ کلاس کے رتبہ میں ہوگی۔ بحمد اللہ کہ صحیح بخاری کے رواۃ ایسے نہیں ہیں اسلئے کہ صحیح کی تعریف میں تام الضبط کی بہی قید لگی ہے کما مر آنفاً۔ اور ضبط کی دو قسمیں ہیں (١) ضبط صدر (٢) ضبط کتاب۔ ضبط صدر کے متعلق حافظ شرح نخبہ میں ارقام فرماتے ہیں وھو ان یثبت ما سمعہ بحیث یتمکن من استحضارہ متی شاء انتھی (ص ٹ) یعنی (راوی کا قوت حافظہ ایسا درست ہو کہ) یاد رکھے جو اپنے شیخ سے سنتا ہے اس طرح پر کہ اوسکے حاضر کرنے پر قدرۃ رکھے جب چاہے!۔ ہاں بہت سے راوی ایسے بہی ہوتے ہیں کہ آداخر عمر میں اونکا حافظہ درست نہیں رہتا۔ اسکو اختلاط کہتے ہیں۔ امام بخاری نے ایسے راویوں سے قبل اختلاط روایت لیا تہا یعنی جسوقت کہ اونکا حافظہ خوب پکا تہا۔ جسکی تفصیل آپ کو میرے رسالہ الامر المبرم میں ملیگی۔

سوال۔ (٧) ہر راوی نے اُن حدیثوں کو جسکو وہ روایت کر رہے ہیں اسوقت تک خوب اچھی طرح سے یاد بہی کہ جب تک اونھوں نے دوسرے کے سامنے بیان کیا اور یہی سلسلہ امام بخاری تک قائم رکھا؟ رکھا۔ کسواسطے کہ اگر ایسا نہیں ہے اور احتمال اسکا ہے کہ راویوں کو وقت روایت تک پوری روایت یاد نہ یا نہو تو بہر ایسی حدیثوں پر کیونکر عمل ہو سکتا ہے۔

جواب (٧) آپکو خواہ مخواہ نمبر بڑہانے کا شوق ہے۔ اس سوال کا جواب اوپر نمبر ٦ کے جواب میں دیا گیا۔ مختصر یہ کہ راویوں کے یاد رکھنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو اونکو بر زبان یاد۔ دوسرے یہ کہ اونکی کتاب میں روایتیں لکھی ہوں اور وہ کتاب محفوظ ہو۔ اول کو ضبط صدر کہتے ہیں جسکی تعریف اوپر گذری۔ دوسرے کو ضبط کتاب کہتے ہیں اوسکی تعریف ابہی بیان ہوئے۔ بس یاد رکہیں کہ صحیح کے لئے ایسے ہی رواۃ کی شرط ہے ورنہ اوسکو صحیح نہیں کہہ سکتے اور صحیح بخاری کی کل حدیثیں چونکہ باتفاق امتہ صحیح بلکہ اصح ہیں اسلئے اوس میں ایسے راویوں کا وجود کیا نام تک نہیں ہے۔ بلکہ امام بخاری تک یہ سلسلہ قائم رہا کہ ہر راوی نے دوسرے کے سامنے بیان کرنے تک روایت کو خوب اچھی طرح سے یاد رکہا جسپر اسناد صحیح بخاری خود دال ہے بلکہ محدثین اگر اپنے شیخ کو ضعیف حافظہ والا دیکہتے تو خود روایت نہیں لیتے تہے فتدبر۔

سوال۔ (٨) ہر حدیث کے راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک تہا اور دونوں میں ملاقات بہی ہوئی تہی کسواسطے کہ اگر ان دونوں کا زمانہ ایک نہیں ہے یا اگر زمانہ ایک ہے مگر ملاقات کا ہونا ثابت نہیں ہے تو ایسے راوی کی حدیث پر کیونکر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

جواب (۸) بحمد اللہ کہ صحیح بخاری میں ایسی غیر معتمد کوئی روایت نہیں ہے اسلئے کہ امام بخاری کے نزدیک رواۃ کی معاصرت مع اللقاء شرط ہے جیسا کہ آپکو بھی معلوم ہے۔ پس جبکے نزدیک جب لقاء شرط ہو تو اوسپر یہ سوال ہی بے سود ہے۔ یہاں وہی مسئلہ ہے کہ جسپر آپنے اپنے اشتہار نمبر ۲ میں اعتراض کیا تہا کہ امام مسلم نے امام بخاری پر جرح کی ہے۔ وہ جرح کیا تہی؟ وہی کہ امام مسلم کے نزدیک صرف معاصرت شرط ہے لہذا وہ لقاء کے شرط ہونے پر معترض ہوئے تھے۔ اور سارے جمہور کا خلاف کیا تہا جسپر شارحین نے اونکے خیال کی تضعیف و تغلیط کردی ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم۔ اور امام بخاری کے شرائط میں جو معاصرت مع اللقاء ہے یہی مسئلہ درست اور صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ابن صلاح وتدریب الراوی و فتح المغیث و مقدمہ بخاری مولوی احمد علی حنفی وغیرہ۔ اور اسی طرف گئے ہیں علمائے محققین مثلاً علی بن المدینی اور ابو بکر الصیرفی و نووی وغیرہ۔ مفصل بحث اسکی میرے رسالہ الریح العقیم صفحہ ۱۳ و ۱۴ میں ملاحظہ فرمائیے پس صحیح بخاری کے راوی اور مروی عنہ کی معاصرت اور لقاء دونوں ثابت ہے۔

سوال (۹) یہ کہ راوی کی عمر وقت سننے حدیثوں کے اتنی ہو چکی تہی کہ اُن میں شعور اور عقل موجود تہی۔ کسواسطے کہ اگر ایسا نہیں ہے تو پہر ناسمجہ لڑکے کا قول نقل حدیث میں کیونکر معتبر ہو سکتا ہے؟

جواب (۹) راوی کے عمر سن شعور کے متعلق آپکو یہ دیکھنا چاہئے کہ محدثین کے نزدیک کتنے عمر کے بچوں کی روایت معتبر ہے۔ کیونکہ اعتراض جب فن حدیث پر ہے تو اسکے متعلق مذاہب محدثین کو دیکھنا ہے نہ اپنی عقل سے آجکل کے لونڈوں پر قیاس کرنا۔ پس آپکا اعتراض اگر فقط صحیح بخاری پر ہے تو سنئے امام بخاری نے خود اپنی صحیح میں باب منعقد کیا ہے باب متی یصح سماع الصغیر یعنی چھوٹے بچہ کا سماع کب معتبر ہے اور معرض استدلال میں محمود بن الربیع کی حدیث لائے ہیں کہ انھوں نے یاد رکہا تہا (اور روایت کرتے تہے) کلی کو رسول اللہ صلعم کی جو آپنے ایک ڈول کے پانی سے اُنکے منہ میں کیا تہا۔ اوسوقت ان کی عمر (باختلاف الروایتین) ۴ یا ۵ برس کی تہی پس ثابت ہوا کہ چار یا پانچ سال کے بچہ کی روایت امام بخاری کے نزدیک معتبر ہے جسکو میں نے بالتفصیل اپنے رسالہ الریح العقیم صفحہ ۹ میں والامر المبرم باب المیم میں لکہا ہے اور اگر عام محدثین کا مذہب معلوم کرنا چاہتے ہیں تو مقدمہ ابن صلاح کی النوع الرابع والعشرون صفحہ ۲۴ کا مطالعہ فرمائے۔ جسکا اقتباس ذیل میں درج کرتا ہوں موسیٰ بن ہارون حمال (جو حفاظ ناقدین سے ہیں اُن) سے پوچھا گیا کہ بچہ کا سماع حدیث کب معتبر ہے، فرمایا جب وہ گائے اور گدہے میں تمیز کر سکے۔ ابراہیم بن سعید جوہری کہتے ہیں کہ مامون رشید کے پاس ایک چار برس کے لڑکے کو گود میں لائے جو قرآن پڑھ چکا تہا۔ اور اُس میں رائے دیتا تہا۔ ہاں اوسکو جب بھوک لگتی تو رونے لگتا۔

قاضی ابو محمد عبد اللہ بن محمد اصبہانی کہتے ہیں کہ میں ابو بکر بن المقری (محدث) کے پاس حدیث سننے کو چار برس کی عمر میں بٹھایا گیا۔ اور پانچ برس میں میں حافظ قرآن ہو گیا۔ بعض لوگوں نے ابن مقری سے کہا کہ اس کو حدیث مت سنائے یہ ابھی بچہ ہے تو اُنکے سامنے مجھسے ابن مقری نے سورہ کافرون اور سورہ کوثر اور سورہ مرسلات پڑھوایا میں نے کہیں غلطی نہیں کی تو ابن مقری نے فرمایا کہ اسکو حدیث سناؤ میرا ذمہ ہے۔ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ بچہ کا سماع کب جائز ہے فرمایا جب سمجھنے لگے۔ سائلوں نے کہا کہ فلاں کہتے ہیں کہ پندرہ برس سے کم میں اونکو حدیث نہیں سنانی چاہیے آپنے فرمایا بئس القول یعنی اتنی زیادہ عمر کی قید صحیح نہیں + ملکہ محمود بن الربیع کے واقعۂ کلی کو دیکھو جسوقت وہ پانچ یا چار برس کے تھے جسکا اوپر بیان ہوا۔ شیخ ابو محمد عبد الرحمن بن عبد اللہ الاسدی روایت کرتے ہیں ابو محمد عبد اللہ محمد الاشیری سے وہ روایت کرتے ہیں قاضی حافظ عیاض بن موسے السبتی الیحصبی سے کہ محدثین نے سماع حدیث کی حد محمود بن الربیع کی عمر مقرر کی ہے یعنی پانچ سال۔ ملاحظہ ہوں سب اقوال ابن الصلاح ص ۵۸ و ۵۹ میں اب حافظ تقی الدین ابو عمرو عثمان بن الصلاح فیصلہ فرماتے ہیں قلت التحدید بخمس ہو الذی استقر علیہ عمل اہل الحدیث المتاخرین فیکتبون لابن خمس فصاعدا سمع ولمن لم یبلغ خمسا حضر او احضر انتہی (ابن صلاح ص ۵۹) یعنی محدثین کے نزدیک سماع حدیث کی حد پانچ سال مقرر ہوئی ہے پس وہ لکھتے ہیں پانچ سال یا کم وبیش کی حدیث کو چاہے وہ خود آوے یا کوئی دوسرا اوسکو مجلس درس میں لا حاضر کرے۔ اب غالباً آپ کی تشفی ہو گئی ہوگی کہ محدثین کے نزدیک پانچ برس کے بچہ کا سماع صحیح اور معتبر ہے۔

(دونوں خط القصاد۔ لیکن کیا بھی سچ ہے کہ تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں)۔ آپکے اس سوال کیوجہ ہم تاڑ گئے۔ وہ یہ کہ صحیح بخاری کے رواۃ صحابہ سے آپکو مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم کے کم سنی پر اعتراض ہے۔ (جسکو آپ اشتہار نمبر ۲ اور الکلام المحکم میں پیش کر چکے ہیں جسکے معقول جواب بھی میں نے الریح العقیم اور الام المبرم میں دئیے ہیں) لیکن افسوس آپنے حضرت حسن بن علیؓ و عبد اللہ بن عباسؓ و نعمان بن بشیر وغیرہ کم عمر صحابہ پر نہیں اعتراض کیا جن سے بے شمار احادیث مروی ہیں اور سب معتبر ہیں ایسا ہی مسور بن مخرمہ و مروان بن حکم صحابی و کم عمر کی بھی روایتیں مقبول ہیں فافہم۔

و عبد اللہ بن زبیر

سوال نمبر (۱۰) جسقدر حدیثیں ہیں وہ سب زمانہ صحابہ رضؓ میں بالاتفاق معمول بہ تھیں اور کسی حدیث میں اختلاف واقع نہیں ہوا تھا۔ ورنہ جس حدیث میں صحابیوں رضؓ نے باہم باہم اختلاف کیا ہو تو وہ اسوقت کیونکر واجب العمل ہو سکتی ہے۔

جواب :۔ (۱۰) حدیث کے واجب العمل ہونے کے لئے کسی محدث کے یہاں تعامل صحابہ رضہ شرط نہیں۔ اور خصوصاً اوس وقت جب اُن میں باخود با اختلاف عظیم ہوتے کہ اُن میں سے کوئی صحابہ دادا کو بھائیوں کی موجودگی میں وارث کرتے کوئی نہیں بلکہ محروم کرتے۔ کوئی کہتا کہ حرام قسم ہے کوئی کہتا طلاق ہے۔ کوئی ایک عورت کو نکاح میں اور ایک کو خریداری میں لیکر دونوں کو بغرض جماع جمع کرنا حرام کہتا ہے اور کوئی حلال جانتا ہے۔ کوئی روزہ دار کو برف کا کھانا جائز کہتا ہے اور کوئی منع کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ بیوہ عورت وضع حمل و رچار ماہ دس روز میں سے بڑی مدت عدت گذارے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ وضع حمل سے عدت ختم ہوگی۔ کوئی کہتا ہے کہ محرم کو احرام سے پہلے خوشبو لگا کر بعد احرام کے رکھنا حرام ہے اور کوئی اوسکو جائز کہتا ہے۔ کوئی ذوی الارحام کو وارث کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔ کوئی بالغ کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت کو مانتا ہے کوئی نہیں مانتا۔ کوئی جنبی کو تیمم سے روکتا ہے اور کوئی واجب کہتا ہے کوئی طلاق ثلاثہ کو ایک جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ کوئی حج کو عمرہ تک فسخ کرنا کہتا ہے اور کوئی جائز جانتا ہے کوئی شہری گدھوں کا گوشت حلال جانتا ہے اور کوئی حرام کہتا ہے۔ کوئی ذکر کے چھونے سے وضو کے ٹوٹنے کا قائل ہے اور کوئی قائل نہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ لونڈی کی بیع سے طلاق ہو جاتی ہے اور کوئی نہیں مانتا۔ کوئی ایلا کرنے والے کو اختتام مدت پر کھڑا کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔ وقس علی هذا البواقی (اعلام ص ۲۳۶ ج ۱) تو پھر صحابہ کا عمل میں اتفاق ممکن ہی نہیں ہے جو کہا جاوے کہ اُن میں اختلاف واقع ہوا ہو۔ اور خصوصاً اوس وقت جب فرمان نبوی موجود ہو اختلاف امتی رحمة۔ اِس لئے تو محدثین کا اصول سونے کے آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ صحابہ کا قول و فعل حجت نہیں۔ مقدمہ سید شریف جرجانی میں ہے ماروی عن الصحابی من قول و فعل وهو لیس بحجة علی الاصح انتہیٰ (ملحق بہ ترمذی) ظفر الامانی میں ہے وهو ای الموقوف لیس بحجة فی احکام الشرع علی الاصح انتہیٰ (ص ۱۶۶) نیل الاوطار میں ہے وقد تقرر عند ائمة الاصول وغیرهم (الی قوله) عدم حجیة اقوال الصحابة انتہیٰ (ص ۳۸۲ ج ۱) اعلام الموقعین میں ہے فان قوله (ای الصحابی) لم یکن بمجرده حجة (ص ۲۳۲ ج ۲) دراسات اللبیب میں ہے لا یکون فهمه (ای الصحابی) فیه حجة علی غیره (ص ۳۱۶) اور اسی کتاب میں امام ابو حنیفہ کی طرف سے بھی منسوب ہے کہ ولیس قول الصحابة حجة عند ابی حنیفة (ص ۳۱۷) تنویر العینین میں ہے ان فهم الصحابی لیس بحجة (ص ۱۳۲ و ۱۶۷) سب کا خلاصہ یہ کہ صحیح مذہب یہ ہے کہ صحابہ کا قول و فعل و فہم غیروں کے لئے حجت نہیں۔ پس اونکا تعامل بھی حدیث کے واجب العمل ہونے کے لئے ضرور نہیں۔ آگے چلئے۔

سوال :۔ (۱۱) جو حدیث جس نے روایت کی ہے اوس پر وہ راوی خود بھی عمل کرتا تھا۔ ورنہ اوس آدمی کا اوس حدیث

پر عمل نہ کرنا یا اوسکے خلاف عمل کرنا وقعت حدیث کو بالکل ضائع کرتا ہے۔

جواب (۱۱) ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ جب صحابہ کا تعامل حدیث کے واجب العمل ہونے کے لئے ضرور نہیں تو اونکے رُواۃ کا بدرجہ اولیٰ ضرور نہ ہوگا۔ اسلئے کہ راوی کے عمل یا خلاف عمل سے نفس حدیث پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ مقدمہ ابن صلاح میں ہے مخالفته للحديث ليست قدحاً منه فی صحته انتہیٰ (صفحہ) یعنی حدیث کے مخالف عمل کرنے سے اوس کی صحت میں کوئی جرح واقع نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ صحیح بخاری میں کوئی ایسی حدیث نہیں کہ راوی کا عمل خلاف اوس حدیث کے سند متصل سے ثابت ہو۔ آپ کی نظر میں کوئی ہو تو پیش کیجئے اور جواب لیجئے۔

سوال۔ (۱۲) یہ کہ راویوں کے شرائط جو اوپر لکھے گئے ہیں یہ سب خود امام بخاری میں بھی موجود تھے۔ کس واسطے کہ اگر اوپر کے راویوں میں یہ سب شرائط پائے گئے اور امام بخاری خود اس سے خالی ہیں۔ تو پھر اوپر کے راویوں سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ ان میں تو یہ سب شرائط بدرجہ کمال ہونے چاہئیں۔

جواب۔ (۱۲) بیشک امام بخاری رح کل کمالات کے جامع تھے۔ اور یہ ایسی بدیہی بات ہے کہ اسکے ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ع۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ ساری کتب اسماء الرجال و تواریخ اس سے بھری پڑی ہیں۔ کچھ نہیں تو امام نووی کی تہذیب الاسماء ہی کو دیکھئے کہ جو محمد بن حمدویہ و امام احمد بن حنبل و رحافظ ابو علی صالح بن محمد بن جزرۃ و محمد بن بشار شیخ البخاری و علی بن المدینی و محمد بن عبداللہ بن نمیر و ابوبکر بن ابی شیبہ و عمرو بن علی الفلاس و امام دارمی و ابی سہل و علی بن حجر و اسحاق بن راہویہ و ابو عمرو بن الخفاف و امام ترمذی و امام مسلم و حاکم و ابن خزیمہ و امام نووی وغیرہ میں سے کسی نے امام بخاری کو جبل الحفظ کسی نے حافظ الحدیث کسی نے بے مثل فی حفظ الحدیث و معرفۃ الاسانید اور کسی نے منتہی حفاظ من حفاظ الدنیا کسی نے سید الفقہاء و احمع فی علم الحدیث وذی الفضل و اعلم و البصر و افہم فی الحدیث ولا ثانی فی الدین۔ اور کسی نے ناصر احادیث النبویہ و ناشر مواریث المحمدیہ۔ اور امام مسلم نے اوستاذ الاستاذین و سید المحدثین وطبیب الحدیث فی علله کہا ہے جس کی تفصیل میرے رسالہ العرجون القدیم صفحہ ۳۸ میں ملاحظہ فرمائیے۔ اب آئیے میں امام بخاری کے جامع کمالات ہونے کے متعلق ایک مشہور حنفی کے قول کا ترجمہ سناؤں تاکہ آپ بوجہ اپنی حنفیت کے

اوسکے آگے سرتسلیم خم کریں بشرطیکہ آپ سچے حنفی ہوں۔

علامہ شامی حنفی جن کا نام ابن عابدین ہے اور مصنف ہیں رد المحتار شرح در مختار کے وہ اپنی کتاب عقود اللآلی صـ۱۰۲ میں فرماتے ہیں الجامع المسند الصحیح لامیر المومنین الخ (خلاصہ ترجمہ) یعنی جامع سند صحیح مؤلف امیر المومنین سلطان المحدثین حافظ مشہور پرکھنے والے تجربہ کار جنکا وجود دنیا میں بہت بڑی نعمتوں میں سے تہا۔ رسول اللہ صلعم کی سنت کے حافظ نہایت معتبر راہ کے واضح کرنے والے محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہ تمام ثقہ لوگوں نے اونکے حفظ واتقان اور بزرگی شان اور اُنکے زمانہ والوں پر ممتاز ہونے پر اجماع کیا ہے اور اُن کی کتاب (صحیح بخاری) اللہ تعالی کی کتاب (قرآن مجید) کے بعد سب سے نہایت صحیح کتاب ہے حتے کہ مسلم سے بہی صحیح ہے اور ان کی تعریفیں بیحد ہیں کہ شمار نہیں کی جاسکتیں اور وہ حفظ اور درایت اور اجتہاد تحصیل میں اور روایت اور عبادت اور فائدہ پہونچانا اور پرہیزگاری اور زہد اور تحقیق واتقان اور تمکن (قدرت) اور عرفان (شناخت) اور احوال اور کرامات پر منقسم ہیں اور یہ عبارتیں گو بہت نہیں لیکن معانی انکے بہت ہیں اور بہت سے علماء نے انکے حالات و ترجمہ علحدہ تالیف کیئے ہیں اور ہمسکو قالب بیان میں لائے ہیں اور ان کی کرامتوں اور منقبتوں اور حالتوں کو ابتدا سے انتہا تک ذکر کیا ہے اور ان کی صحیح (بخاری) کے اندر جو بہت سی خصوصیات ہیں اون کو بہی بیان کیا ہے کہ جس سے سننے والا معلوم کرے گا کہ یہ اللہ تعالے کا فضل ہے اپنے بندوں میں سے جسکو چاہے دیوے۔ اور یقین کریگا کہ یہ رسول اللہ صلعم کا معجزہ ہے کہ آپ کی امت میں ایسے ایسے نادر نایاب بے مثل لوگ پائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی روح پر رحم کرے اور اُن کی خوابگاہ و قبر کو منور کرے اور ہم لوگونکو انکے زمرہ میں داخل کرکے سید المرسلین صلعم کے جھنڈے کے نیچے محشور و مجتمع کرے آمین۔ انتہی

اسکو آنکھہ کہول کر دیکہئے کہ امام بخاری کیسے جامع کمالات و منبع اوصاف حمیدہ تہے۔ اسکی عربی عبارت اگر دیکہنا چاہیں تو میرے رسالہ الریح العقیم کے صـ۶ کا مطالعہ فرمائے۔ والحمد للہ الذی بنعمتہ تمت الرسالۃ فی بعض من یوم واحد وقت العصر اللھم تقبلھا منی وانفع بھا سائر المسلمین الے یوم الدین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوۃ والسلام علی نبیہ والہ وعترتہ واصحابہ اجمعین۔ آمین

تقریظ از سخنور فصیح اللسان نکتہ سنج بلیغ البیان مولوی محمد یوسف صاحب شمس ۔ محمدی ۔ فیض آبادی

جب کبھی ظلمات بدعت کی گھٹا چھانے لگی
برق سنت مہر منکر پر برسانے لگی

بدعی بیدیں کے سر پر جب سے یہ آنے لگی
تیغ تحریر ابوالقاسم بھی اترانے لگی

اے زہے صل علیٰ تیغ بیاں کی شوخیاں
برق منکر کوندتے دشمن کے سر جانے لگی

ہے عجب فرحت فزا گلزار جنت کی نسیم
میں یہ سمجھا باغ جنت کی ہوا آنے لگی

جس ہوا سے گلشن سنت میں شادابی ہوئی
برگ خارستان بدعت کو وہ مرجھانے لگی

کوئی کب اوترا اکھراکس نے بس جز اہل حدیث
محک سنت جب پرکھنے جانچنے تانے لگی

اللہ اللہ برق سنت خانۂ بدعات پر
شوخیاں دکھلا کے کیا کیا آفتیں ڈھانے لگی

تھی پیاسی خون بدعت کی ازل ہی سے یہ تیغ
رزق اب آسودگی سے خوب ہی پانے لگی

سامنے اسکے جو آتا ہے وہ ذوق وشوق سے
مدعی بے علم و دیں کو بھی یہ کچھ بھانے لگی

وہ اگر ایسا ہی تشنہ ہے تو یہ ابر کرم
گھاٹ سے اپنے بھلا کاہے کو ترسانے لگی

آبرو بدعت کے لینے کو بنی ماء حمیم
آنچ اس کی لطف دوزخ اسکو دکھلانے لگی

گرم ہے کا لمہل ہے جسکی صفت یشوی الوجوہ
پھر اہل بدع دوزخ سے شراب آنے لگی

شمس کے اشعار ہیں اسپر مقامع من حدید
روح بدعت جسکی چوٹیں کھا کے گھبرانے لگی

سن کے قوالی کو جیسے ناچتے ہوں پیر جی
ویسے ہی اس نظم سے بدعت ہے بل کھانے لگی

فہرست کتب در جوابات مولوی عمر کریم

۱	۲	۳	۴	۵	۶
ماء حمیم	صراط مستقیم	الریح العقیم	العرجون القدیم	الخزی العظیم	الامر المبرم
۱/	۱/	۲/	۵/	۱/	۱/

کمت

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ

اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری

حمد و منت مر خدائے را کہ دریں ایام رسالہ نافعہ موسومہ بہ

صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

لهداية

عُمَرِ کَرِيْم

بار دوم

اس رسالہ میں مولوی عمر کریم حنفی پٹنوی کے اشتہار نمبر ۲ کا مختصر جواب ہے۔ یہ رسالہ گویا مقدمہ ہے رسالہ الرکع العقیم کا جس میں اوسی اشتہار نمبر ۲ کا مفصل جواب دیا گیا ہے اور صحیح بخاری پر جو اعتراضات ہوتے ہیں اونکا شافی جواب دیا گیا ہے

از تالیف لطیف مولوی محمد ابو القاسم صاحب بن مولانا محمد سعید صاحب مرحوم محدث بنارسی

طبع فی مطبع سعید المطابع الکائن فی بلدۃ بنارس سنہ ۱۳۲۹ھ

قیمت (مولوی محمد ابو القاسم پرنٹر و پبلشر) دو پیسہ

جواب اشتہار نمبر ۲ مولوی عمر کریم حنفی پٹنوی مورخہ پانزدہم ذیحجہ ۱۳۲۲ھ

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ہدانا الی احکامہ بالقرآن العظیم۔ وارشدنا بالصحیح البخاری الی سنن النبی الکریم صلے اللہ علیہ صلوۃ مع التسلیم۔ الذی قال لابی یزید المروزی فی منامہ لم لا تدرس الجامع البخاری الذی ہو من کتابی وہو نائم بین الرکن ومقام ابراہیم۔ و علے الہ واصحابہ ومحدثی امتہ خصوصا علے الامام البخاری الذی دون جامعہ لنہتدی بہا الی سبیل مقیم۔ امابعد قبل اسکے مولوی عمر کریم کا پہلا اشتہار ماہ رمضان ۱۳۲۲ھ میں شایع ہوچکا ہے (جسکا معقول جواب ہم نے اپنے رسالہ ماحملیہ میں دیا ہے) آج اشتہار نمبر ۲ کے ملاحظہ کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ مشتہر نے جواپنے زعم میں تحقیق کی تصویر کھینچی ہے تو مبالغہ کا رنگ بھر کر زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے ہیں۔ حالانکہ وہ اشتہار تحقیق سے محض خالی اور ابتدا سے انتہا تک مہملات سے مملو وجہالت سے لبریز ہے۔ میں ان دنوں چونکہ بہت عدیم الفرصت تھا اس لئے حسبۃً للہ اوسکا ایک مختصر جواب باصرار بعض احباب بلکہ اہل تحقیق کے سامنے یہ مختصر ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ ؏

گر قبول افتد زہے عز و شرف

انشاء اللہ بوقت فرصت اسکا مفصل جواب لکھوں گا جسکا نام ہوگا۔ الریح القیم لحسم بناء عمر کریم فی الحال اس رسالہ کو صراط مستقیم بعد ایقاع کریمہ کے اسم کے ساتھ مسمی کرتا ہوں وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ اللہم اید نی بروح القدس ؎

نہ کچھ مضمون طرازی ہے نہ آشفتہ بیانی ہے		حقیقت حال سچا واقعی سچی کہانی ہے

آپ فرماتے ہیں۔ کل علماء و اولیاء اہل سنت ہزار برس سے امام بخاری رح کو امام الائمہ اور صحیح بخاری کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ سمجھتے آئے یہ دعوے بلا دلیل ہے۔

میں کہتا ہوں۔ یہ دعوی بلا دلیل نہیں بلکہ بادلیل ہے۔ کتب اصول حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ ورنہ آپ کو اگر اس کے خلاف کوئی دلیل ملی ہو تو پیش کیجئے اور جواب لیجئے (اسکے بعد تاج الدین سبکی کا جواب الریح العقیم صفحہ ۲۳ میں ملاحظہ فرمائیے)

آپ فرماتے ہین۔ اور بخاری کے اصح الکتاب (سب کتابوں سے زیادہ صحیح ہونے) میں بہی اختلاف ہے نزہۃ النظر میں قول ابوعلی نیشاپوری کا منقول ہے کہ ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم۔ ترجمہ آسمان کے نیچے کتاب مسلم سے زیادہ کوئی کتاب صحیح نہیں ہے۔

مین کہتا ہون۔ آپ نے یہاں چالاکی بلکہ خیانت کی کہ مابعد کی عبارت جس میں آپکا جواب تہا اوسکو پوشیدہ چہوڑ گئے۔ اوسی نزہہ میں اوسکے بعد یہ عبارت غور سے ملاحظہ فرمائے فلم یصرح بکونہ اصح من صحیح البخاری ترجمہ ابوعلی نے اس بات کی تصریح نہیں کردی ہے کہ صحیح بخاری رح سے بہی کتاب مسلم زیادہ صحیح ہے۔ لیجئے جناب اب تو تردید ہوگئی اور آپکا دعوے بلادلیل ہوگیا۔ ابہی کیا ہوا۔ ابہی اور ذرا سنئے۔ اگر آپ اصول حدیث غور سے دیکہے ہوتے تو ہرگز ایسا نہ فرماتے۔ مقدمہ ابن صلاح کے صفحہ ۸ بعد عبارت مذکورہ کے یہ ہے ان کان المراد بہ ان کتاب مسلم رح اصح صحیحا فھذا مردود علے من یقولہ۔ ترجمہ۔ اگر اس عبارت سے یہ مراد ہے کہ کتاب مسلم رح کی زیادہ صحیح ہے کتاب بخاری رح سے بہی۔ پس یہ قول اوسکے قائل پر مردود ہے۔ فرمائے اب تو چالاکی کافور ہوگئی۔ اور حقیقۃ کہل گئی۔

آپ فرماتے ہین۔ امام شافعی کا قول ہے ما علے ظہر الارض کتاب بعد کتاب اللہ اصح من کتاب مالک ترجمہ روئے زمین پر بعد کتاب اللہ کے موطا امام مالک سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔

میں کہتا ہون۔ ذرا مقدمہ ابن صلاح کے صفحہ ۷ کو بہی دیکھ لیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے اس میں لکہا ہے فانما قال ذلک قبل وجود کتابی البخاری و مسلم۔ ترجمہ سوا اسکے نہیں کہ امام شافعی نے اس مقولہ کو قبل وجود بخاری رح و مسلم رح کے کہا تہا۔ لیجئے یہ دوسری دلیل آپکی جو کہ مکڑی کے جالے کی طرح تہی وہ بہی توڑی گئی۔ اب افسوس کیجئے اور اپنے اشتہار کے مابعد عبارتوں کا جواب الریح العقیم میں صہ سے صلا تک ملاحظہ فرمائے۔

آپ فرماتے ہین: چہارم ابن حجر عسقلانی نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر میں یوں لکہتے ہیں قول اول اما رجحانہ من حیث العدالۃ والضبط فلان الرجال الذین تکلم فیہ من رجال مسلم اکثر عددا من الرجال الذین تکلم فیہ من رجال البخاری۔ ترجمہ۔ مسلم کے راوی باعتبار بخاری کے راویوں کے زیادہ مجروح ہیں۔

مین کہتا ہون۔ خوب آپنے اپنے مطلب کا مختصر ترجمہ کرلیا۔ اور مصنف اس عبارت کو جس غرض سے لایا ہے اوس سے کچہ مطلب ہی نہیں۔ اسی کو کہتے ہیں تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ۔ اے جناب حافظ ابن حجر رح تو اس سے صحیح بخاری کا ترجیح پانا ثابت کرتے ہیں جسکو کنایۃً آپنے

آگے تسلیم بھی کیا ہے) لیکن یہاں آپ اوس سے جرح نکالتے ہیں۔ سنئے حافظ صاحب نے اس میں ذکر واقعہ کیا ہے نہ تسلیم واقعہ یا یوں سمجھئے کہ یہ بیان واقعہ ہے نہ تصحیح واقعہ۔ حافظ رہ معترض متکلم کو بصورت تسلیم جواب دے رہے ہیں کہ بخاری کے رواۃ اگر متکلم فیہ ہیں تو مسلم سے کم ہیں۔ لہذا اس صورت میں بھی بخاری کو فضیلت رہی۔ حالانکہ واقعہ اسکے خلاف ہے۔ وہ یہ کہ بخاری کے کوئی راوی مجروح نہیں ہیں۔ جس نے اُن کی بابت کچھ بھی کلام کیا ہے وہ محض غلط اور غیر قابل تسلیم ہے جسکی تفصیل آپ کو انشاء اللہ الریح العقیم میں جواب جرح رواۃ میں ملے گی۔ اور آپکے الکلام المحکم کے جواب میں اس سے بھی زیادہ تفصیل سے آپ دیکھیں گے انشاء اللہ فانتظر ہ

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے | نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

آپ فرماتے ہین۔ قول دوم واما رجحانہ من حیث عدم الشذوذ والاعلال فلان من انتقد علی البخاری من الاحادیث اقل عددا ممن انتقد علی مسلم۔ ترجمہ۔ بخاری کی حدیثیں باعتبار مسلم کے حدیثوں کے کم مجروح و کھونٹی ہیں۔ پس اگرچہ اس کلام سے ترجیح بخاری کی اوپر مسلم کے ثابت ہوتی ہے مگر ساتھ ہی اوسکے بخاری کے راوی اور حدیثوں کا بھی مجروح ہونا ظاہر ہو رہا ہے اگرچہ وہ باعتبار مسلم کے کم ہی کیوں نہوں۔

مین کہتا ہون۔ اولاً یہ کہ آپنے صریحاً غلطی کی ہے ممن من انتقد نہیں ہے۔ بلکہ بما انتقد ہے دیکھئے نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر مطبوعہ مطبع مجتبائی واقع دہلی صفحہ ۳ سطر ۳۔ ثانیاً۔ اس سے بھی مجروح ہونے کا ثبوت نہیں ہوسکتا کما لایخفی۔ اس لئے کہ حافظ رح کا یہ جواب بھی بصورت تسلیم شذوذ و اعلال ہے۔ جیسا کہ اوپر ابھی گذرا۔ ورنہ صحیح بخاری کے رواۃ شذوذ و اعلال وغیرہ سے بالکل پاک ہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری کی سب حدیثین صحیح ہیں۔ اور صحیح کی تعریف سے شاذ و معلل بہ ہونا خارج ہے۔ ملاحظہ فرمائے شرح نخبہ وغیرہ کتب اصول حدیث حتی الشا او سکے بعد کی عبارت کا مطالعہ کیجئے جو آپکے اوہام کی قلعی کھولتی ہے۔ حافظ فرماتے ہیں ھذا مع اتفاق العلماء علی ان البخاری رح کان اجل من مسلم رح فی العلوم واعرف منہ بصناعۃ الحدیث وان مسلماً تلمیذہ وخریجہ ولم یزل یستفید منہ ویتبع اثارہ حتی قال الدارقطنی رح لولا البخاری رح لما راح مسلم رح ولا جاء۔ ترجمہ۔ اس فضیلت بخاری میں اور اسباب نہیں کہ بخاری علیہ الرحمۃ مسلم رح سے علم میں زیادہ ماہر تھے اور کاریگری حدیث کو زیادہ پہچاننے والے تھے اس مین تمام علماء متفق ہیں۔ اور بیشک مسلم بخاری کے شاگرد ہیں اور ہمیشہ مسلم بخاری سے فائدہ حاصل کرتے رہے انکے بخاری رح کی تحریر و تقریر میں ہمیشہ مسلم رح

اونکے نقش قدم کی پیروی کرتے رہے۔ یہانتک کہ دارقطنی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ اگر بخاری رح نہ ہوتے تو مسلم کا ظہور بھی نہ ہوتا اور نہ یہ آتے۔ لیجئے جناب جو کہ آپکی دلیل تھی اُس سے بخاری علیہ الرحمۃ کی فضیلت و ترجیح مسلم رح پر تین طرح سے ثابت کر دکھلائی گئی۔ ابھی چوتھی دلیل اور لیجئے۔ اوسی نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر میں ہے وقد صرح الجمہور بتقدیم صحیح البخاری فی الصحۃ۔ ترجمہ۔ جمہور نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ بخاری سب کتابوں سے صحت میں مقدم ہے۔ اب آپ کا دعوے بلا دلیل ہو گیا۔

لطیفہ۔ ابن صلاح نے تو اپنے مقدمہ میں یہانتک لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ بخاری میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے اگر صحیح ہو تو میری بی بی پر طلاق ہے۔ تو یقیناً اور بلا شک و شبہہ اُس کی بی بی پر طلاق ہو گا۔ فافہم۔ بقیہ عبارات مابعد کے جوابات الریح العقیم کے صلا سے صہ۲ تک میں ملاحظہ فرمائے۔

آپ فرماتے ہین۔ ملا علی قاری نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہین۔

میں کہتا ہون۔ ملا علی قاری کی کوئی کتاب نزہۃ النظر شرح نخبہ میں نہیں ہے بلکہ ابن حجر عسقلانی کی ہے۔ آپکا حوالہ غلط ہے۔ محض عوام کو دہوکا دینا ہے۔ ہاں اُس عبارت کا جواب الریح العقیم صہ۲۹ و ۳۰ میں دیکھیں اور مابعد کی عبارتوں کا جواب صہ۳۲ تک میں ملاحظہ کریں۔

آپ فرماتے ہین۔ یہاں ایک امر اور قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ حنفی مذہب نام امام ابو حنیفہ رح کی پوری پیروی کرنے کا ہے۔

میں کہتا ہون۔ امام اعظم ابو حنیفہ رح نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے قول کے سامنے جب رسول اللہ صلعم کا کلام اور صحیح حدیث ملے تو میرے قول کو چھوڑ دو۔ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ میرے بعد کوئی محدث امام آویگا اور اوسکے پاس جو صحیح حدیث ہوگی اُسکے رہتے ہوئے میرے قول کو چھوڑ دیگا۔ چنانچہ امام بخاری رح آئے اور ان کی صحیح حدیث کے رہتے ہوئے امام ابو حنیفہ صاحب کا قول نہ لیا جاویگا۔ اگر آپکو امام صاحب کی پوری پیروی منظور ہے تو اُنکے قول پر عمل کیجئے کہ صحیح حدیث ملتے ہوئے میرا قول معتبر نہ سمجھو اور اسکے علاوہ دیکھئے تفسیر مظہری چھاپہ حصار میں امام صاحب کا قول منقول ہے اترکوا قولی بخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقول الصحابۃ۔ ترجمہ۔ میرے قول کو مقابلہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقول صحابہ کے چھوڑ دو۔ اور دوسرا اور سنئے امام صاحب اوسی کتاب میں فرماتے ہیں اذا صح الحدیث فھو مذھبی ترجمہ۔ جب حدیث صحیح ثابت ہو جاوے وہی میرا مذہب ہے۔ اب اس قول کی پوری پیروی کیجئے۔ اور بعد کی عبارت

کاجواب صـ ٣٥ میں الریح کے دیکھیے۔

آپ فرماتے ہین۔ بعد والا اپنے سے پہلے والے کا البتہ پابند ہو سکتا ہے اور جو پہلے ہوا ہو اُسکو مابعد کا زبردستی پابند کرنا ایک عجیب و غریب امر ہے جو کسی طرح میری سمجھ میں نہیں آتا۔

مین کہتا ہون۔ اسی طرح آپکا یہ زبردستی کا الزام بھی عجیب ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اے جناب ذرا شرح اصول بزدوی کا مطالعہ کریں کہ امام بخاری کے جو شرائط ہیں امام ابو حنیفہ کو یقیناً اُن شرائط سے اختلاف نہ تہا۔ اور نہ کسی اہل علم کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن پہلے امام صاحب کا اشتغال تو طلب احادیث کی طرف کر لو۔ بقیہ عبارات مابعد کا جواب الریح العقیم میں صـ ٣٥ سے صـ ٥٩ تک دیکھو۔

آپ فرماتے ہین۔ بخاری کی چند حدیثیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔

مین کہتا ہون۔ مطابقت دینے کا شعور نہیں اور کہتے ہیں خلاف ہے۔ ناچنے نہ آوے تو انگنا ٹیڑھا۔ ابھی بخاری میں اختلاف ہوا ہے آیندہ قرآن شریف میں اختلاف تبلائیگا کہ خدا ایک جگہ فرماتا ہے لا تقربوا الصلوۃ اور ایک جگہ فرماتا ہے۔ اقیموا الصلوۃ + لاحول ولا قوۃ الا باللہ اللہم احفظنا ہ

کوئی سیدھی بات صاحب کی نظر آتی نہیں		آپکی پوشاک کو کپڑا بھی آڑا چاہیئے

آپ فرماتے ہین۔ چند حدیث بخاری کی جو قرآن شریف کے خلاف ہیں۔ منجملہ انکے حدیث سوم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یہ حدیث اس آیت قرآنی کے خلاف ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ ترجمہ۔ جسوقت پڑھا جاوے قرآن نماز میں پس سنا کرو تم اوسکو اور خاموش رہا کرو۔ امام کیساتھ تم تلاوت نہ کیا کرو۔ فقط **مین کہتا ہون۔** اولاً یہ کہ آپنے نماز کس کے معنی تاویل کیا ہے آپنے جو اپنی طبیعت سے گڑھکر یہ کہا ہے کہ (امام کے ساتھ تلاوت نہ کیا کرو) جانتے ہیں کہ اسکا کیا عاقبت امر ہے حدیث میں آیا ہے من قال فی القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ ترجمہ جس نے قرآن میں اپنی قیاس و رائے سے تاویل کیا تو اوسکا ٹھکانا جہنم میں ہے ثانیاً یہ کہ یہ آیت اس حدیث کی مطابقت کیواسطے تو نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ آیت مشرکین کفار کے اس مقولہ پر نازل ہوئی اللہ تعالےٰ پارہ ۲۴ سورۂ حم السجدہ ع ۴ میں فرماتا ہے وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون ہ ترجمہ کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سنو۔ اور خوب شور مچاؤ (جب محمد تم کو سنانے آویں) تا کہ تم غالب آجاؤ (اور یہ محمد بھاگ کر چلے جاویں) وہ آیت تو بعینہٖ اسکے مقابلہ میں ہے دیکھیے کافروں نے کہا تہا کہ لا تسمعوا لھذا القرآن۔ اللہ نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا اذا قرئ القرآن فاستمعوا۔ کافروں نے کہا تہا کہ والغوا فیہ۔ اللہ نے جواب میں فرمایا انصتوا۔ کافروں نے کہا تہا لعلکم تغلبون۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا لعلکم ترحمون۔ کہاں وہ آیت اسکے جواب میں اور کہاں آپ اس حدیث کے مقابلہ میں لیتے ہیں۔ دیکھیے بخاری شریف پارہ ۲۸ میں ہے کان ابن عمر یراہم شرار خلق اللہ وقال انہم انطلقوا الی آیۃ نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین۔ ترجمہ جناب حضرت ابن عمر اون کو اللہ کی تمام مخلوقات سے بدتر خلق شمار کرتے تہے جو ایسی آیت کو جو کافروں کے جواب میں نازل ہوئی ہیں اُسکو اپنی دلیل کر لیتے ہیں وہ آیت مذکورہ بالا جو کہ کافروں کے مقولہ مذکورہ کے جواب میں نازل

ہوئی ہی جو ایمان والا اُسے اپنی دلیل میں لاویگا وہ اللہ کے نزدیک سب سے بدتر خلق ہی اور بدتر خلقوں کا نتیجہ کیا ہے جہنم ہی پا ایسا عمل آدمی کیوں کرے جسکے سبب سے جہنم میں جاوے۔ اللھم انا نعوذ بک من سیئات الاعمال۔ اب بتلائیے کہ اس حدیث سے اور اس آیت سے کیا علاقہ کہاں کی وہ اور کہاں کی یہ کجا آسمان کجا زمین بقیہ مفصل جواب الریح العقیم کے صفحہ ۲۳ و ۲۴ میں دیکھیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ ہمکو سخت تعجب ہوتا ہی کہ کیسے کیسے مسائل اجماعی تو مثلاً مولود شریف اور نذر و نیاز اور ذکر شہادت امام حسین علیہ السلام اور بزرگان دین کے مزارات پر واسطے سعی حصول سعادات کے جانا وغیرہ جنپر تمام دنیا کے فقہاء و محدثین اور اولیاء اللہ و دیگر بزرگان دین کا اجماع و اتفاق تہا اور ہے۔ اب شرک ٹہرایا گیا۔ اور آج کتاب بخاری رح کے ثبوت میں پہر وہی اجماع جو در حقیقت ثابت بہی نہیں ہے پیش کیا جاتا ہے۔

میں کہتا ہون۔ صرف افترا و تہمت بازی ہی آتی ہے یا کچھ دلیل بہی ہے ؎

کس روز تہمتیں نہ تراشا کئے عدو	کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کئے

رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و چاروں خلفاء وغیرہ کے وقت میں یہ مولود ایجاد ہی کہاں تہا۔ آپ تو پورے حنفی ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ حنفی مذہب نام امام ابو حنیفہ رح کی پوری پیروی کرنیکا ہی) آپ یہی ثابت کیجئے کہ یہ امام صاحب کے وقت میں کہاں تہا اور اسکا حکم کہاں دیا ہی۔ یہ تو صریح بدعت ہے۔ حدیث مسلم میں آیا ہی من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد۔ ترجمہ۔ جس نے ہمارے حکم کے سوا نئی بدعت نکالی وہ فاعل اور فعل دونوں مردود ہے اور مردود کا نتیجہ وہی جہنم ہے۔ شیخ عمر بن محمد نے ۶۰۴ھ میں اس بدعت سیئہ کو شہر موصل میں اولاً ایجاد کیا اور ابتدا اس عمل منکر کی اسی سے ہوئی پھر چند جاہلوں طالب الدنیا اور چند امیروں بدعت دوست نے اس شخص مذکور کے اس امر میں اقتدا کیا اور بدعت کو بڑا رواج دیا اور سب میں بڑا ان امیروں و مبتدعین میں سے بادشاہ شہر اربل کا ملک مظفر ابو سعید کوکری تہا۔ جیساکہ کہا امام احمد بن محمد بن بصری مالکی نے کتاب قول معتمد میں و معهذا قد اتفق علماء المذاهب الاربعة علی ذم العمل به فمن یذمه العلامة معز الدین حسن الخوارزمی قال فی تاریخه ان صاحب اربل الملک المظفر ابو سعید الکوکری کان ملکا مسرفا یأمر علماء زمانه ان یعملوا باستنباطهم واجتهادهم وان لا یتبعوا المذهب غیرهم حتی مالت الیه جماعة من العلماء و طائفة من الفضلاء و یحتفل مولد النبی صلعم فی الربیع الاول و هو اول من احدث من الملوک هذا العمل و قال ابو الحسن علی بن الفضل المقدسی المالکی فی کتابه جامع المسائل ان عمل المولد لم ینقل من السلف الصالح وانما احدث بعد القرون الثلثة فی الزمان الطالح و نحن لا نتبع الخلف فیما اهمل السلف لانه یکفی بهم الاتباع فای حاجة لنا الی الابتداع۔ ترجمہ۔ اور باوجود اسکے چاروں مذہب کے عالموں نے اتفاق اسبات پر کیا ہے کہ یہ عمل مولود کا بالکل مذموم و مردود ہے۔ منجملہ اُن علماء کے ایک بہت بڑے عالم علامۂ زمان معز الدین حسن خوارزمی ہیں وہ اپنی کتاب تاریخ میں فرماتے ہیں کہ اربل کا بادشاہ ملک مظفر ابو سعید کوکری ایک بادشاہ مسرف تہا اپنے وقت کے علماء کو حکم دیتا تہا کہ تم لوگ اپنے قیاس و اجتہاد پر عمل کرو اور کسی دوسرے مذہب کی پیروی نہ کرو۔ پس یہانتک اوسکا اثر ہوا کہ ایک گروہ عالموں کا اور جماعت فاضلوں کی اُسکی طرف متوجہ ہوگئی اور یہ بادشاہ مجلس مولود ربیع الاول کے مہینہ میں کیا کرتا تہا اور اول اسی بادشاہ نے بادشاہوں میں سے اس عمل مولود کو نکالا اور رواج دیا۔ اور کہا امام ابو الحسن علی بن فضل مقدسی مالکی نے اپنی کتاب جامع المسائل میں کہ عمل مولود کا سلف صالح میں سے نہیں منقول ہے بلکہ بعد قرون ثلثہ کے بُرے لوگوں کے زمانہ میں یہ امر ایجاد کیا گیا ہے اور جس کام کو پہلے لوگوں نے نہیں کیا ہے اُس میں ہم پچھلے لوگوں کی تابعداری نہیں کریں گے کیونکہ ہم کو اگلے لوگوں کا اتباع کافی و وافی ہے ہمکو کیا حاجت ہے نئے کام بدعت نکالنے کی یا اسپر عمل کرنیکی سمجھئے جناب اس سے صاف مولود کا رد ہوگیا۔ اور کہاں سب فقہاء و علماء و اولیاء و محدثین و بزرگان

دین کا اجماع و اتفاق تہا۔ ہاں بخاری رح کے اوپر سبکا اجماع ثابت کرد کہلایا گیا فافہم دکن من الشاکرین۔

آپ فرماتے ہین۔ بزرگان دین کی مزارات پر واسطے سعی وحصول مرادات کے جانا وغیرہ الیٰ قولہ اب شرک ٹہرایا گیا۔ **مین کہتا ہون۔** نعوذ باللہ و استغفر اللہ ۝

خدا فرماچکا قرآں کے اندر — میرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
جو خود محتاج ہووے دوسری کا — بھلا اُس سے مدد کا مانگنا کیا
خدا سے اور بزرگوں سے ہی کہنا — یہی ہے شرک یار و اس سے بچنا

آپکا مقولہ خود ہی اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ آپکا مذہب حنفی نہیں ہے کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہ رح نے کہاں فرمایا ہے اول مقدم تو حدیث قرآن ہی۔ ان دونوں میں کہاں ہی؟ اللہ تعالیٰ تو اسکے خلاف ارشاد فرماتا ہے پارہ ۲۲ سورۂ فاطر رکوع ۲ میں ہے ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم ولا ینبئک مثل خبیر۔ ترجمہ اگر پکارو تم انکو نہ سنیں گے پکارنا تمہارا۔ اور اگر سنیں گے تو نہیں جواب دینگے تمکو اور دن قیامت کے انکار کرینگے شرک کرنے تمہارے کا اور نہ خبر دینگے تمکو مثل اللہ تعالیٰ خبردار کے۔ دوسری جگہ سورۂ احقاف رکوع ا ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الیٰ یوم القیامۃ وھم عن دعائھم غافلون۔ ترجمہ۔ اور کون شخص زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے کہ پکارتا ہے اللہ کے سوا اُن شخصوں کو کہ تا قیامت انہیں وہ جواب نہیں دیسکتے اور وہ انکی پکار سے غافل ہیں نہیں سنتے لیجئے جناب کہانتک لکھاجاوے۔ اسی کو برسر و چشم رکہئے۔ اور اپنے قول سے توبہ بنیت خالص کیجئے۔ اور میں نے جو آخر میں بذریعہ شعر نصیحت کی ہی اُسپر عمل کیجئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسکو بڑا گمراہ فرماتا ہے کہ جو اللہ کو چھوڑکر بزرگان دین کے مزارات پر واسطے سعی حصول مرادات کے جاکر پکارے۔ اور گمراہ کا ٹھکانا بموجب حدیث ذیل کے جہنم ہے اور یہ سب نئی ایجاد فعل بدعت ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ ترجمہ سب نئے کام بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے (تو نتیجہ کیا ہوا) ہر گمراہی جہنم میں لیجاویگی۔ دیکھئے ایسا قول کرکے آدمی گمراہ ہوکر سیدھے جہنم میں چلا جاویگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ وما علینا الا البلاغ ۝

بقیہ جوابات اپنے اشتہار کے الریح العقیم میں ملاحظہ فرمائے جو ۸ صفحہ میں تمام ہوا ہے والحمد للہ اولاً و آخراً و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۝

از چکیدۂ قلم جادو رقم شاعر بے مثل مولوی محمد یوسف صاحب شمس محمدی فیض آبادی

کیا بیاں ہوا ے ابو القاسم تری تحریر کا — ہے لیا ہر حرف پر اک زمزمہ تقریر کا
روح بدعت جدید کے مطعون خلائق ہو گئی — خامۂ سنت میں جوہر ہے سنان و تیر کا
پیر نابالغ کا مرشد ہے ابو القاسم جوان — واہ اچھا پیر ہے یہ بدعتی بے پیر کا
راہ سیدھی منکر سنت کو دکھلاتی ہے خوب — اب جو بہکے کام اس گمراہ پر تقصیر کا
ہے یقین اس بد یقیں کا دل بھی ویسا ہی سیاہ — جیسا قدرت نے ملا چہرے پر غازہ قیر کا
دیکھنے والے ہیں تو مان اسکو سمجھینگے ضرور — یا کہیں گے یہ بچاری ہے گرور گھیر کا
شمس کے اشعار اس بدعتی کو گر ہوں ناپسند — آپ بے بہرہ ہے جو قائل نہیں ہے میر کا

عمر کریم حنفی پٹنوی کے اشتہار نمبر ۲ کا بقیہ مفصل جواب

اب تو دل کھول کے روؤ گے کہ آئی سر پر
وہ مصیبت کہ بہت تھا تمہیں جسکا کھٹکا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی البس الانسان حلة الوجود وهو علیم۔ خلقه ثم سواه ثم یمیته ثم یحییه وعظامه کالرمیم۔ ثم یحاسبه ففریق فی الجنة مقیم۔ الذین یدافعون عن اولیائه خصوصاً عن البخاری وصحیحه الذی هو اصح الکتب بعد القرآن هم یاکلون فیها من نخل طلعها هضیم۔ یتنازعون فیها کاساً لا لغو فیها ولا تاثیم۔ وفریق الی النار فی العذاب الالیم الذین یهونون احادیث النبی صلعم باهانة صحیح البخاری وجامعه ویکفرون به هم یشربون فیها من الحمیم۔ فشاربون شرب الهیم۔ هذا نزلهم یوم لا یغنی صدیق عن حمیم۔ ولا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔ واشهد ان لا اله الا اللہ وحده لا شریک له الذی یشفی السقیم ویرزق الاثیم۔ ویملی المضیم۔ واشهد ان سیدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله الوالی للیتیم۔ والکفیل للغریب وللکل زعیم۔ نبی شق بطنه وهو فی الحطیم۔ والذی اعاذه اللہ من الشیطان الرجیم۔ والذی رفع اللہ درجته علی الخلیل والکلیم۔ اللهم فصل علی شفیعنا محمد وعلی آله واصحابه وسائر اتباعه صلوة مع التسلیم۔

اما بعد خاکسار بندۂ اثم محمد ابو القاسم عفا اللہ عنه پنجابی الاصل بنارسی الوطن بخدمت حضرات ناظرین عرض پرداز ہے کہ جب رسالہ العرجون القدیم فی افشاء هفوات عمر کو بعد حلیہ تحریر سے آراستہ وزیور طبع سے پیراستہ ہو کر شائع ہوا۔ خدا نے ہمارے اخلاص کا ایسا ثمرہ دکھایا کہ عوام وخواص کی نظروں میں از حد مقبول اور قابل قدر ہوا۔ چنانچہ اوسکے شکریہ میں بہت سی تحریریں ہمارے پاس آئیں اور متعدد تقریظیں جو انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں درج کیجاویں گی۔ بالفعل شہادۃً اونکی دو ایک تقریظیں اس سالہ کے نظیر کے بعد درج ہیں۔ ساتھ ہی اسکے لوگوں کا یہ بھی تقاضا ہوا کہ جس تفصیل سے

اشتہار نمبر ۳ کا جواب دیا گیا ہے اوسی تفصیل سے اشتہار نمبر ۲ کا بھی جواب ہونا چاہیے اور بیشک یہ ٹھیک ہے کہ اشتہار نمبر ۲ کا مفصل و مکمل جواب کسی نے نہیں لکھا۔ گرچہ خاکسار نے صراط مستقیم لِهدایة امة عمر کریم اُسکے جواب میں لکھی لیکن درحقیقت وہ بہت ہی مختصر لکھی گئی اور اُس میں بہت سے ضروری اور قابل جواب امروں کا جواب نہیں دیا گیا۔ اس لیئے عاجز کا مصمم ارادہ ہوا کہ ایک اور رسالہ مفصل اس اشتہار نمبر ۲ کے جواب میں لکھا جاوے۔ چنانچہ وہ رسالہ یہ ہے جو حیز تحریر میں لاکر ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اس میں اُن امروں کے جواب نہیں دیئے گئے جن کو صراط مستقیم میں دیا گیا ہے۔ پس ناظرین رسالۂ صراط مستقیم اور اس رسالہ دونوں کو ملا کر اشتہار نمبر ۲ کا مکمل جواب تصور فرما دیں۔ اور بلاضرورت طوالت سے مجھے معذور سمجھیں۔ اب اس رسالہ کی بابت بھی خدا تعالیٰ سے وہی دعا ہے واللہ اسئال ان یجعلہ لی ولسائر المسلمین نافعا۔ ولاوھام المنکرین رافعا۔ ولایرادات المبطلین دافعا۔ وفی مصاعد القبول ساطعا۔ ولعرق محاجات الجاحدین قاطعا۔ اللھم ایدنی بروح القدس **واضح ہو کہ** ہمنے ناظرین کی سہولت کے لیئے عمر کریم کے اقوال کو مُریب سے اور جواب کو مجیب سے تعبیر کیا ہے تاکہ عوام الناس کو طرفین کی تحریروں میں امتیاز کا موقع رہے وھا انا اشرع فی المقصود متوکلا علی ولی الخیر والجود **مریب** امام بخاری خود شافعی المذہب تھے جیسا کہ قسطلانی شرح بخاری میں ہے قال التاج السبکی ذکرہ یعنی البخاری فی طبقات اصحابنا الشافعی (الی قولہ) پس جو شخص خود امام شافعی کا مقلد ہے وہ امام الائمہ کیونکر ہو سکتا ہے **مجیب** ع۔ سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا است" چونکہ آپ خود مقلد ہیں اس لیئے اس دعوے کے ثبوت میں بھی تقلید ہی سے کام لیتے ہیں ایک شخص کے کہنے سے آپنے امام بخاری کو مقلد سمجھ لیا نہ آپنے ابوعاصم کے قول کا مطلب سمجھا نہ محدثین کے اصطلاحات کو دیکھا نہ صحیح بخاری کو دیکھا۔ پہلے صحیح بخاری ہی کو اُٹھا کر دیکھیے کہ امام بخاری نے ترجمہ باب میں کتنے مقام پر بالصراحۃ امام شافعی کا خلاف کیا ہے اور بالاشارۃ اُنپر اعتراض کیا ہے اور یہہ مقلد کی شان سے بعید ہے۔ پس اس سے ثابت ہو گیا کہ امام بخاری امام شافعی کے مقلد نہ تھے۔ اور بعض محدثین کی اصطلاح ہے کہ جس مجتہد کا اجتہاد کسی دوسرے مجتہد کے اجتہاد کی موافقت کرتا ہو متاخرین اُسکو اُس سابق کی طرف منسوب کر دیتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ

ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں وکان اصحاب الحدیث ایضاً قد ینسب الی احد المذاہب
لکثرۃ موافقتہ لہ کالنسائی والبیہقی ینسبان الی الشافعی یعنی اہل حدیث بھی بعض اوقات کسی مذہب
کی طرف نسبت کئے جاتے تھے بوجہ اسکے کہ اکثر مسائل اُنکے اُس مذہب سے موافق ہوتے جیسا کہ امام نسائی و بیہقی
کو شافعی کہتے ہیں، نہ یہ کہ وہ شافعی کے مقلد تھے عیاذاً باللہ معلوم ہوا کہ امام بخاری مجتہد مستقل تھے نہ مقلد
بس اس توافق فی الاصول کے لحاظ سے جو امام بخاری و دیگر محدثین کو امام شافعی سے ہے ابو عاصم نے اپنے زعم
میں امام بخاری کو شافعیوں میں شمار کیا ہے اگرچہ اس میں بھی وہ صواب پر نہیں ہیں۔ کہئے اب تو سمجھ گئے؟
مفصل بحث اسکی میرے رسالہ الرجوم القدیم میں ملاحظہ فرمائے جو آپکے رسالہ نما اشتہار نمبر ۵ کے جواب میں
ہے اگر تم کو دعویٰ ہے تو ائمہ سلف کی جماعت کے اقوال پیش کرو کہ اُنھوں نے بالصراحۃ لکھا ہے کہ امام بخاریؒ
شافعی المذہب تھے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ اچھا ایک
بڑی عمدہ بحث اور سنو جسکو صاحب سیرۃ البخاری نے نقل کیا ہے۔ چونکہ وہ بحث بہت ہی نفیس ہے اسلئے
ہم اسکو بتغیر یسیر نقل کرتے ہیں۔ مولف سیرۃ البخاری لکھتا ہے کہ جہاں بلند خیال اہل تقلید نے اپنی وسعت
دماغی اور بلند پروازی سے امام مہدی جیسے امام سے اپنے ائمہ کی تقلید کرا چھوڑی حنفیوں نے کہا کہ امام آخر الزماں
حنفی ہونگے۔ شافعیوں نے کہا کہ شافعی ہونگے جس سے صوفی وقت شیخ محی الدین ابن عربی کو اسقدر تکلیف پہونچی
کہ ان سے بھی نہ رہا گیا اور فتوحات مکیہ میں صفحہ کے صفحہ لکھ ڈالے۔ اسلئے ایسے عالی دماغوں سے ضرور خلاف
عقل تھا کہ یہ حضرات امام بخاری سے چوک جائیں! امام مہدی کی طرح ان پر بھی تقلیدی تمغہ لگا دیا۔ علامہ اسمٰعیل
العجلونی الشامی جو کہ اوستاذ الاوستاذ علامہ شامی حنفی مولف رد المحتار کے ہیں وہ اپنی کتاب الفوائد
الدراری فی ترجمۃ البخاری میں لکھتے ہیں "کہ امام بخاری کے مذہب میں اہل تقلید نے اختلاف کیا ہے
بعض لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ امام بخاری شافعی تھے۔ ابو عاصم نے امام صاحب کو طبقات شافعیہ میں شمار
کیا، اور شافعیت کی وجہ یہ لکھی ہے انہ سمع من الکرابیسی وابی ثور والزعفرانی وتفقہ علی الحمیدی وکلھم
من اصحاب الشافعی انتھی۔ یعنی امام بخاریؒ اسلئے شافعی ہیں کہ اُنھوں نے کرابیسی اور ابو ثور
اور زعفرانی سے حدیثیں سنیں اور حمیدی سے تفقہ حاصل کیا اور یہ سب تلامیذ امام شافعی کے ہیں۔ اچھا صاحب!
یہ تو شافعی ہونیکی وجہ ہوئی۔ اب سنئے کہ ابو عاصم کے خلاف ابو الحسن بن العراقی یہ فرماتے ہیں کہ نہیں! بلکہ

امام بخاری حنبلی المذہب تھے ۔اس لئے کہ امام بخاری امام احمد بن حنبل کے تلامذہ میں ہیں۔امام بخاری کا خود بیان ہے کہ میں آٹھ بار بغداد گیا ہوں اور ہر بار امام احمد کے پاس بیٹھتا رہا تو اگر یہی وجہ امام بخاری کے حنبلی ہونے کی یا یہی وجہ شافعی ہونے کی ہو تو **افسوس بلکہ صد افسوس** یہ ہے کہ امام بخاریؒ کو کسی نے **حنفی المذہب** نہیں کہا نہ لکھا۔ حالانکہ جب تفقہ کے خیال سے امام بخاری کو حنبلی یا شافعی کہا جاتا ہے تو امام بخاری کو حنفی بھی ضرور کہنا چاہئے کیونکہ ابتدائے تحصیل میں امام بخاری نے قبل از سفر فقہ حنفی اور اسکے اصول تخریج کو خوب حفظ کر لیا تھا خود امام بخاری کا بیان ہے فہمت وحفظت کلام ھؤلاء۔ افسوس کسی صاحب نے اس طرف توجہ نہ کی۔ اوہو! شاید صحیح بخاری کے بعض الناس نے اس طرف سے خیالات پھیر دے۔ ہمیں بہت افسوس ہے اُن لوگوں سے جن کو طبقات شافعیہ کے مطالعہ کی بھی نوبت آئی ہے اور پھر امام بخاری رح کو شافعی المذہب قرار دیتے ہیں حالانکہ ابو عاصم اور سبکی اور ابن الملقن وغیرہم کی ایک خاص اصطلاح ہے وہ یہ کہ جنکو امام شافعی رح یا امام احمد رح سے علاقہ تلمذ کا ہوتا ہے اون کو طبقات شوافع و طبقات حنابلہ میں شمار کرتے ہیں اگرچہ اُس نے امام شافعی و امام احمد سے مذہب میں مخالفت کی ہو اور اگرچہ خود مذہب مستقل رکھتا ہو اور صاحب اجتہاد ہو۔ جسکی بنا پر ابو عاصم اور سُبکی نے امام احمد بن حنبل اور امام داؤد ظاہری وغیرہ کو بھی طبقات شوافع میں شمار کیا ہے حالانکہ امام احمد و داؤد ظاہری خود صاحب اجتہاد اور صاحب مذہب مستقل ہیں۔ بھلا کوئی شخص **امام احمد بن حنبل کو شافعی المذہب** کہے گا؟ پس اسی عنوان سے بعض لوگوں نے امام بخاری کو طبقات شوافع میں شمار کیا ہے اس سے کیا امام بخاری شافعی المذہب ہو جاوینگے؟ ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ علامہ عجلونی ان دونوں قولوں کے بعد ایک تیسرا یہ قول بطور فیصلہ کے لکھتے ہیں کان مجتھدا مطلقا واختارہ السخاوی قال والمیل بکونہ مجتھدا مطلقا صرح بہ تقی الدین بن تیمیۃ فقال انہ امام فی الفقہ من اھل الاجتھاد انتھی یعنی امام بخاری مجتہد مطلق تھے اسی کو علامہ سخاوی نے مختار کیا ہے اور کہا کہ اسی جانب کو ترجیح ہے کہ امام بخاری مجتہد مطلق تھے آپکے مجتہد مطلق ہونے کی تصریح علامہ تقی الدین ابن تیمیہ نے بھی کی ہے اور کہا ہے کہ آپ امام فی الفقہ اور اہل اجتہاد سے تھے۔ بس یہ ہے اصل حقیقت ابو عاصم کے لکھنے کی جسکو آپ لیکر بغیر سمجھے بوجھے ھل من مبارز کا نعرہ مارتے ہیں ؎

مانو نہ مانو جان جہان اختیار ہے		ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے جاتے ہیں

مجیب اور سنن ابی داؤد کی بہ نسبت تہذیب نووی میں یہ لکھا ہے کہ لما صنف کتاب السنن صار لاصحاب الحدیث کالمصحف یتبعونہ یعنی جب کتاب ابوداؤد تصنیف ہوئی تو اہلحدیث کیواسطے وہ مثل قرآن کے تھی اُسپر چلتے تھے **مجیب** "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" گویا آپنے اپنے زعم فاسد میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ بخاری کو لوگ اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانتے ہیں اور یہ ابوداؤد کلکتاب اللہ ہے لہذا بخاری سب کتابوں سے زیادہ صحیح نہیں ہے (جیساکہ آپ نے بعد عبارت مرقومہ کے لکھا بھی ہے) اور یہ دماغی نتیجہ آپکی کم علمی و عدم واقفیت قواعد پر دال ہے کیونکہ کالمصحف میں کاف اسمیہ نہیں ہے بلکہ تشبیہ کا ہے اور مشبہ و مشبہ بہ میں من کل الوجوہ مطابقت نہیں ہوتی جیسے عربی کا محاورہ ہے زید کالاسد یعنی زید شیر جیسا ہے اس تشبیہ میں من کل الوجوہ مطابقت نہیں ہے کہ زید کو شیر جیسی دُم اور پنجہ وغیرہ ہو بلکہ صرف ایک امر میں مشابہت ہوتی ہے یعنی دلیری مثل شیر پس ایسا ہی کالمصحف میں تشبیہ صرف سہولت اخذ و استنباط مسائل و احکام میں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے علم ہو تو سمجھو۔ آؤ ہم تم کو اس قول (ابو عبداللہ محمد بن مخلد) کا مطلب سمجھا دیں جسکو تم نے تہذیب نووی سے لکھا ہے اوسکا مطلب یہ ہے کہ جب سنن ابوداؤد تصنیف ہوئی تو محمد بن مخلد نے کہا کہ اگر کسی شخص کو کچھ علم نہو اور اُسکے پاس کوئی کتاب نہو مگر قرآن مجید اور ابوداؤد ہو تو اوسکو اور مسائل کے کتابوں کی ضرورت نہوگی۔ بلکہ قرآن مجید و ابوداؤد اُسکو کافی ہونگے۔ یہی مطلب کالمصحف کا ہے۔ اگر شک ہو تو خطابی کا قول سن لو قال الخطابی سمعت ابا سعید بن الاعرابی یقول لو ان رجلا لم یکن عندہ من العلم الا المصحف ثم ھذا الکتاب لم یحتج معھما الی شئ من العلم البتۃ انتھی پس تہذیب نووی کی عبارت مرقومہ بالا صحیح بخاری کے اصحیت کے منافی نہیں ہے جیساکہ آپنے خیال کیا ہے۔ بلکہ بخاری کا اصح الکتب ہونا اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے۔ ع۔ ہاتھ لا او یار! کیوں کیسی کہی؟ +

ہاں آپکی نقل کردہ عبارت سے اتنا ضرور ثابت ہوا کہ اہل حدیث قدیم سے چلے آتے ہیں جسکا آپکو اور آپکے حواری اہل فقہ وغیرہ کو سخت انکار تھا ۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

مجیب پس ایسے اقوال میں یہ دعوے کرنا کہ کل علما اور اولیاء کتاب بخاری ہی کو سب کتابوں سے

زیادہ صحیح سمجھتے اسلئے صرف عوام کو دہوکہ دینا ہے عجیب یہ بہی آپکی سمجھ کا قصور ہے کیونکہ دہوکہ دینا اسوقت
لازم آتا جب دعوے بلا دلیل ہوتا۔ اور جب دلیل سے کل علماء اور اولیاء بلکہ ہر مذہب کے فقہاء تک سے بخاری کو
اصح الکتب کہنا ثابت ہے تو اسکا انکار بداہت کا انکار ہے۔ مفصل ہر ایک کے اقوال بخاری کے اصح الکتب
ہونے کی بابت میرے رسالہ العرجون القدیم میں صـ۶۳ دیکہو جو کہ خاص تمہارے لئے ہدیہ ہے۔ اچھا لو ہم ایک اور
معتبر نقل ایک بڑے عالم حنفی کی پیش کرتے ہیں جنکا نام نامی علامہ ابن عابدین الشامی ہے جو مولف ہیں رد المحتار حاشیہ
در مختار کے جن کے اقوال کو تم لوگ کالوحی من السماء سمجھتے ہو۔ وہ اپنی کتاب عقود اللآلی صـ۱۰۲ میں صحیح بخاری اور امام
بخاری رح کی شان میں فرماتے ہیں الجامع المسند الصحیح لامیر المؤمنین وسلطان المحدثین الحافظ
الشهیر والناقد البصیر من کان وجوده من النعم الکبری علی العالم الحافظ لسنة رسول الله صلی
الله علیه وسلم الثبت الحجة الواضح المحجة محمد بن اسماعیل البخاری رح وقد اجمع الثقات علی
حفظه واتقانه وجلالة قدره وتمیزه علی من علاه من اهل عصره وکتابه اصح الکتب بعد
کتاب الله تعالی واصح من صحیح مسلم ومناقبه لا تستقصی لخروجها عن ان تحصی وهی منقسمة الی حفظ
ودرایة واجتهاد فی التحصیل وروایة ونسك وافادة وورع وزهادة وتحقیق واتقان وتمکن و
عرفان واحوال وکرامات وهذه عبارات لیست بکثیرة ولکن معانیها عزیزة وقد افرد کثیر من العلماء
ترجمته بالتالیف واودعها فی قالب الترصیف وذکروا من کراماته ومناقبه واحواله من ابتدا
امره الی آخر ماله وما اختص به صحیحه من الخصوصیات المتکاثرة ویعلم به السامع ان ذلك فضل
الله تعالی یؤتیه من یشاء من عباده ویتیقن انه معجزة للرسول صلی الله علیه وسلم حیث وجد
فی امته مثل هذا الفرید العدیم النظیر رحم الله روحه ونور مرقده وضریحه وحشرنا فی
زمرته تحت لواء سید المرسلین انتہی ترجمہ جامع مسند صحیح مولفہ امیر المومنین سلطان المحدثین حافظ مشہور
پرکہنے والے تجربہ کار جنکا وجود دنیا میں بہت بڑی نعمتوں میں سے تہا۔ رسول اللہ صلعم کی سنتہ کے حافظ نہایت
معتبر راہ کے واضح کرنیوالے محمد بن اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہ تمام ثقہ لوگوں نے انکے حفظ اور اتقان اور
بزرگی شان اور انکے زمانہ والوں پر ممتاز ہونے پر اجماع کیا ہے اور ان کی کتاب (صحیح بخاری) اللہ تعالی کی
کتاب (قرآن) کے بعد سب سے نہایت صحیح کتاب ہے حتی کہ مسلم سے بہی صحیح ہے۔ اور انکی تعریفیں بیحد ہیں کہ شمار نہیں

کی جاسکتیں۔ اور وہ حفظ اور درایت اور اجتہاد تحصیل میں اور روایت ورعبادت اور فائدہ پہونچانا۔ اور پرہیزگاری اور زہد اور تحقیق اور اتقان اور تمکن یعنی قدرت اور عرفان یعنی شناخت اور احوال اور کرامات پر منقسم ہیں۔ اور یہ عبارتیں بہت نہیں ہیں لیکن معانی انکے بہت ہیں۔ اور بہت سے علماء نے انکا ترجمہ اور حالات علحدہ تالیف کئے ہیں اور اوسکو قالب بیان میں لائے ہیں اور انکی کرامتوں اور منقبتوں اور حالتوں کو ابتدا سے انتہا تک ذکر کیا ہے اور ان کی صحیح کے اندر جو بہت سی خصوصیات ہیں انکو بھی بیان کیا ہے کہ جس سے سننے والا معلوم کرلیگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اپنے بندوں میں سے جسکو چاہے دیوے۔ اور یقین کرلیگا کہ یہ رسول اللہ صلعم کا معجزہ ہے کہ آپکی امت میں ایسے ایسے نادر نایاب بے مثل لوگ پائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اون کی روح پر رحم کرے۔ اور اُن کی خوابگاہ و قبر کو منور کرے اور ہملوگوں کو اُنکے زمرہ میں داخل کرکے سید المرسلین صلعم کے جھنڈے کے نیچے محشور و مجتمع کرے آمین۔ انتہیٰ۔

کہاں گئے مشتہر حنفی میاں! ذرا آنکھ کہولو اور دیکھو کہ اتنے بڑے علامہ شامی حنفی نے امام بخاری اور انکی جامع صحیح کی شان میں کیا کیا اور کیسی کیسی تعریفیں اور توصیفیں لکھی ہیں جو کل حنفیوں کو آب زر سے لکھکر اپنے اپنے مکانوں میں نظروں کے سامنے لٹکا دینا چاہئے۔ اس سے تمہاری حنفیت معلوم ہو جاویگی۔ اب اسپر بھی اگر تمکو ایمان نہ ہووے تو ہمکو مجبوری ہے کیونکہ ع لا یصلح العطار ما افسد ہ الدھر۔ باقی رہا بیہودہ دہوکہ دینا کسکا کام ہے یہ تم بعض الناس کی کتاب الحیل سے ظاہر ہے بفضلہ ہمارا مذہب ایسا نہیں ؎

الحمد کہ ما نہ ز اغیار آشناسیم	صد شکر کہ در مذہب ما حیلہ و فن نیست

عریضہ۔ تمام محدثین اور مفسرین اور علماء اور اولیاء اور فقہا بارہ سو برس سے تقلید شخصی کو ضروری سمجھتے آئے مگر اب وہ نہایت دلیری سے شرک قرار دیا گیا **مجیب**۔ آپ لکھتے تو سب کچھ جاتے ہیں لیکن ثبوت ایک کا بھی نہیں۔ سب زبانی جمع خرچ ہے! اے جناب! پہلے آپ اُنکے اقوال تو کہیں سے دکھلادیں۔ لیکن یاد رکھئے کہ کہیں سے آپ پیش نہیں کرسکتے ولو کان بعضکم لبعض ظہیرا۔ پس صریح تمام سلف صالحین پر اتہام اور افترا ہے جو آپ ایسے احناف کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ بلکہ انہیں محدثین اور مفسرین اور علماء اور اولیاء اور فقہا نے اُلٹے تقلید کو ریزہ ریزہ کرکے اوڑا دیا ہے چنانچہ ہر ایک کے مفصل اقوال تردید تقلید میں رسالہ العرجون القدیم کے صہ سے صہ۱۲ تک میں ملاحظہ فرمادیں

اور اپنی کذب بیانی سے باز آویں۔ نہیں تو ذرا فتوحات مکیہ شیخ الصوفیہ محی الدین بن عربی کو ہی دیکھیں کہ انھوں نے تقلید کی کیسی تردید کیا ہے۔ اور بتلادیں کہ اب آپ فتوحات مکیہ کو چھوڑ کر کس کتاب پر ایمان لاویں گے ہے

ان المقلد فی سبیل المہالک	۔	ذاہب عن التقلید فہو ضلالۃ

مریب اور سواد اعظم سے علحدگی اختیار کی گئی **مجیب** آپکو ابھی خیریت سے یہ بھی نہیں معلوم کہ سواد اعظم کون لوگ ہیں۔ اجی حضرت! سواد اعظم جماعت حقہ اہل سنت والجماعت ہیں اور مبتدعین مشرکین قبر پرست لوگ سواد اعظم سے خارج ہیں۔ پس اب تم خود سوچ لو کہ جماعت حقہ اہل حدیث (کثر اللہ سوادہم) سواد اعظم میں داخل ہوئی یا غیر۔ اچھا ذرا مجالس الابرار ومسالک الاخیار کے صفحہ ۱۲۹ کی عبارت پڑھو۔

ان الاتباع افضل عمل یعملہ المرء فی ہذا الزمان لشیوع العمل علے خلاف السنۃ منذ زمان طویل فلا بد لک ان تکون شدید التوقی من محدثات الامور وان اتفق علیہ الجمہور فلا یغرنک اتفاقہم علے ما احدث بعد الصحابۃ بل ینبغی لک ان تکون حریصا علی التفتیش عن احوالہم واعمالہم فان اعلم الناس واقربہم الی اللہ تعالی اشبہہم بہم واعرفہم بطریقہم اذ منہم اخذ الدین وہم اصول فی نقل الشریعۃ من صاحب الشرع وقد جاء فی الحدیث اذا اختلف الناس فعلیکم بالسواد الاعظم والمراد بہ لزوم الحق واتباعہ وان کان المتمسک بہ قلیلا والمخالف لہ کثیرا لان الحق ما کان علیہ الجماعۃ الاولی وہم الصحابۃ ولا عبرۃ الی کثرۃ الباطل بعدہم وقد قال فضیل بن عیاض الزم طریق الہدی ولا یضرک قلۃ السالکین وایاک وطرق الضلالۃ ولا تغتر بکثرۃ الہالکین انتہی۔

ترجمہ۔ بیشک اتباع سنت کا آدمی کیواسطے اس زمانہ میں تمام اعمال سے بہتر ہے اسواسطے کہ مدت دراز سے عمل بدعت برخلاف سنت پھیل رہا ہے سو تجکو ضرور ہے کہ بدعات اور محدثات امور سے بہت ہی بچا رہے اگرچہ اوس محدثات امور پر بہت خلقت نے اتفاق کیا ہو۔ سو اُنکے اتفاق سے محدثات امور پر جو بعد صحابہ کے نکلے ہیں فریب نہ کہانا۔ بلکہ تجکو یہی لائق ہے کہ صحابہ کے حالات اور اعمال کی تلاش میں کیونکہ سب میں بڑا عالم اور مقرب الٰہی وہی ہے جو کہ صحابہ سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو اور اُنکے طریقہ

سے زیادہ واقف ہو۔ اسواسطے کہ دین انہیں صحابہؓ سے حاصل ہوا ہے اور وہی اصل اہل شریعت کی نقل میں صاحب شرع سے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمیوں میں اختلاف پڑے تو لازم پکڑو سواد اعظم (انبوہ کثیر) کو۔ اور اس سے مراد لازم کرلینا حق کا اور اتباع حق کا ہے اگرچہ حق پر چلنے والے کم ہوں اور غیر حق پر چلنے والے بہت ہوں۔ اسواسطے کہ حق وہ ہے جس پر پہلی جماعت یعنی صحابہ کرام ہوں۔ اور بعد صحابہ کے انبوہ باطل کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ اور فضیل بن عیاض نے کہا ہے کہ اختیار کر طریقہ ہدایت کا۔ اور تجھکو نقصان نہیں ہے اگر حق پر چلنے والوں کی تعداد کم ہو۔ اور بچا رہ گمراہی کے راستہ سے۔ اور فریب میں نہ آنا بسبب کثرت تعداد گمراہوں کے۔ انتہیٰ۔ پس اب بتاؤ کہ اصحاب رسول اللہ صلعم کے ساتھ مشابہت رکھنے والی جماعت حقہ اہل حدیث ہیں یا اہل بدعت و قبر پرست لوگ؟ اگر تم کو قرآن و حدیث پر ایمان نہیں ہے تو صوفیوں کے قول پر تو ایمان لاؤ اور فضیل بن عیاض امام الصوفیہ کے کلام (مرقومہ بالا) پر غور کرو کہ کیسا کلام حق انہوں نے کہا ہے۔ اور یہ بھی بتاؤ کہ قول وجوب تقلید کون کون صحابہ سے مروی ہے۔ اور اگر سواد اعظم کے متعلق زیادہ بسط چاہتے ہو تو میرے رسالہ التنقید فی رد التقلید کے صـ۲۳ تا ۲۵ کا مطالعہ کرو۔ علاوہ بریں انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ میں بہ تحت حدیث اتبعوا سواد الاعظم مرقوم ہے فهذا الحديث معيار عظيم لاهل السنة والجماعة شكر الله سعيهم فانهم هم السواد الاعظم وذلك لا يحتاج الى برهان۔ یعنی یہ حدیث اہل حدیث شکر اللہ سعیہم کے لئے معیار عظیم ہے کیونکہ سواد اعظم وہی ہیں اور یہ بدیہی بات ہے جس میں برہان کی ضرورت نہیں
ع آفتاب آمد دلیل آفتاب **مریب**۔ پس جب بارہ سو برس کا اجماع معقول غرک ٹھرا تو ہزار برس کے اجماع فاسد کی کیا وقعت ہوسکتی ہے۔ **مجیب** یہ کہنا آپکا خود بنا ر فاسد علی الفاسد ہے کیونکہ یہاں پر آپکے تین دعوے ہیں (۱) تقلید شخصی کی بابت اجماع (۲) اس اجماع کا مقبول ہونا (۳) صحیح بخاری کی صحت کی بابت اجماع کا فاسد ہونا لیکن غیرت سے دلیل ایک کی بھی ندارد بس بحکم ؎

من ادعى شيئًا بلا شاهد		لابد ان تبطل دعواه

آپکا دعویٰ باطل و مردود ہوا۔ اب آپ کو لائق ہے کہ انہیں تینوں دعوے پر دلیل پیش کریں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ہرگز نہیں دلیل لاسکتے ولو کان بعضکم لبعض ظهيرًا۔ کیونکہ اول جب سے عمل تقلیدی شائع ہوا ہے ہر صدی میں جماعت کثیرہ اسکے مخالف رہی ہیں۔ تم کتب تواریخ و طبقات کو مطالعہ کرو۔ اگر بڑی بڑی کتب تواریخ

میسر نہ آویں تو تاریخ ابن خلکان ہی کو دیکھو۔ پہر فرضی اجماع اور وہ بہی اجماع فاسد اُسکو ہم کیونکر قابل اعتبار سمجہیں
ہان اجماع صحیح کو ہم واجب التسلیم جانتے ہیں۔ بس سنئے اور غور سے سنئے۔ مین آپکو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر آپ
صحیح بخاری کی صحت پر جو اجماع ہے اُسکے فاسد ہونیکو کتب معتبرہ و اقوال معتمد علیہا سے دکھا دیں گے تو مبلغ پچاس
روپیہ انعام آپ کو دئے جاویں گے۔ آؤ غیرت ہو تو پیش کرو ؎

اودہر آ پیارے ہنر آزماویں	تو تیر آزما ہم جگر آزماویں

مرسِل اور آج کتاب بخاری کے ثبوت میں پہر وہی اجماع جو درحقیقت ثابت بہی نہیں ہے پیش
کیا جاتا ہے **مجیب** ہم حیران ہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ اوپر کی تحریر میں تو صحیح بخاری کی صحت پر جو اجماع
ہوا ہے اُسکا انکار تم نے کیا ہے۔ یہاں بخاری شریف کے ثبوت پر اجماع کے منکر ہو کیسی بہکی بہکی باتیں ہیں۔
اے جناب بخاری شریف کے ثبوت میں اجماع کی کیا ضرورت ہے بلکہ اُسکا وجود باسعوہ خود اُسکے ثبوت
کی دلیل ہے۔ دوئم علماء کرام کا اوسکو ہاتھوں ہاتھ لینا اوسکی مقبولیت کی اعلیٰ دلیل ہے دیکھو حافظ ابن
حجر نزھہ میں فرماتے ہیں جلا لتہما فی ھذا الشان و تقدمہما فی تمییز الصحیح علی غیرہما و تلقی العلماء
لکتابیہما بالقبول الخ یعنی امام بخاری و مسلم کی فن حدیث میں بڑی شان ہے۔ اور یہ لوگ صحیح کی تمیز کرنے میں اور
محدثوں سے مقدم ہیں۔ اور علماء کرام نے اِن دونوں کی کتابوں (صحیح بخاری و مسلم کو) دست قبول میں
لے لیا ہے۔ انتہیٰ۔ دیکھو اِس سے صحیح بخاری کا کیسا ثبوت ہو رہا ہے۔ لیکن تم کو جو دِقتیں پیش آ رہی ہیں اسوجہ
سے کہ تم اجماع کی تعریف کو مطلقاً نہیں جانتے اصول سے بالکل کورے ہو۔ اگر تمہارا یہ منشاء ہے کہ صحیح بخاری
کے صحت پر اجماع ثابت نہیں ہے تو سنو حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ من اللہ اکبر شرح نخبہ میں فرماتے ہیں فالاجماع
حاصل علی تسلیم صحتہ کہو تو ترجمہ بہی کر دوں کہ بخاری کی صحت پر اجماع حاصل ہے۔ سنا یا نہیں؟ ؎

آج دعوے انکی یکتائی کا باطل ہو گیا	روبرو اُنکے جو آئینہ مقابل ہو گیا

عبارت مرقومہ کو غور سے دیکھو۔ پتہر کا چشمہ لگالو۔ اور اپنی رائے فاسد کو واپس لو۔ بہت تم اوپر سے اجماع
اجماع لکہتے آئے ہو۔ سچ سچ بتاؤ کہ اجماع صحیح کے تم منکر ہو یا ہم ؎

منہ تہمت سے ہوا منہ مغوی مکار کا	پڑگیا حلقہ گلے میں دستۂ زنار کا

مرسِل اگر اجماع حجت نہ ہے تو سب چیز کے واسطے نہ صرف کتاب بخاری کیواسطے **مجیب** ہاں جناب

اجماع سب چیز کیواسطے حجت ہے مگر ان چیزوں کے لئے اجماع ثابت بہی تو ہو آپ نے جن امروں کی بابت اجماع کا دعوے کیا ہے کسی معروف الاسم والرسم کا معتبر قول پیش کرو جیساکہ میں نے صحیح بخاری کی بابت اجماع کا ہونا پیش کردیا۔ ورنہ اگر تم نے اجماع کو ایسا سمجہا ہے جیساکسی حقہ پینے والے نے کہا کہ حقہ پینے پر بھی اجماع ہے اسلئے کہ تمام شہروں میں لوگ اسے پیتے ہیں تو ایسے اجماع کو ہم نہیں مانتے۔ ہاں جن جن مسائل شرعیہ میں نصوص صریحہ موجود نہیں ہیں۔ مگر وہ مسائل اجماع صحیح سے باسناد ائمہ ثقات ثابت ہیں انکو ہم ضرور قبول کریں گے۔ ورنہ ویسے اجماع کو تو دور سے سلام ہے

اجماع مت سمجھ اوسے ہے جو سب نے ابتلائے عام ‌ ‌ صادق ہے اسپر حضرت مومن کا یہ کلام
اجماع وہ نہیں جو تمہاری مراد ہے ‌ ‌ اور ہو تو حق پہ لشکر ابن زیاد ہے

مریب علاوہ اسکے اصح ہونا اور شے ہے اور واجب العمل ہونا دوسری شے تم دونوں کو ایک کئے دیتے ہو ہر اصح کا واجب العمل ہونا تو درکنار صحیح العمل بہی ہونا ضرور نہیں ہے **مجیب** واہ جناب آپکی علمیت بہی معلوم ہوگئی سچ ہے

زمانہ میں اگر ہوتا حصول علم بے محنت ‌ ‌ تو بن ساری کتابیں الکیہ جاہل ہوئے پی جاتا

جس میں آپکی ساری عمر کٹی ہے وہی باتیں آپکو سوجھ رہی ہیں۔ رفتہ رفتہ اسی طرح آپ قرآن پاک پر بہی ہاتھ صاف کریں گے۔ اجی حضرت سنئے۔ حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں لکھتے ہیں کہ احاد کی دو قسمیں ہیں (۱) مقبول (۲) مردود۔ مقبول کی تعریف یہ کرتے ہیں فہو ما یجب العمل بہ عند الجمہور۔ یعنی جمہور کے نزدیک واجب العمل کو مقبول کہتے ہیں۔ اور صحیح یہ بہی از قسم مقبول ہے۔

بس جب صحیح کا واجب العمل ہونا ثابت ہوا تو اصح کا واجب العمل ہونا بدرجہ اولی ثابت ہوگا۔ کہئے آپکی تحریر کیسی غلط و باطل ثابت ہوئی۔ یہ تو ہر صحیح حدیث کے متعلق تہا۔ اب بخاری شریف کی حدیثوں کے متعلق خاص طور سے سنئے علامہ حافظ ابن حجر نزہتہ النظر میں لکھتے ہیں انما اتفقوا علے وجوب العمل بہ انتہی یعنی بخاری شریف کی حدیثوں کے واجب العمل ہونے پر اتفاق ہے۔ اور چونکہ صحیح بخاری کی احادیث کے متعلق تمام علماء کا قول ہے کہ ان کی حدیثیں اصح ہیں لہذا انکا واجب العمل ہونا آفتاب نصف النہار کیطرح درخشاں ہے ع۔ اگر اب بہی نہ تم سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے + مولانا احمد علی صاحب حنفی سہارنپوری

مقدمہ صحیح بخاری میں لکھتے ہیں واجمعت الامة علی صحة هذین الکتابین ووجوب العمل باحادیثهما
انتهی یعنی بخاری ومسلم کی صحت پر امت کا اجماع ثابت ہے نیز اُن دونوں کی حدیثیں واجب العمل ہیں۔ کہاں گئے
حضرت! دیکھئے اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں جن دونوں سے آپکو انکار ہے اولؔ تو بخاری کی صحت پر اجماع
دوسرے اوسکی حدیث کا واجب العمل ہونا۔ اگر آپ بھی حنفی ہیں تو پھر ان حنفی کے قول کو تسلیم کریں ورنہ ان
القاب کو جو آپ کو [illegible] حق لوگوں نے دئے ہیں بخوشی تسلیم کریں آہ ع

نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں		نہ تم صدمہ ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے

مریب اول چند نام محدثین کے جنھوں نے کتاب بخاری پر جرح کی ہے معہ مختصر کیفیت جرح **مجیب** ۵

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا		ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا

مریب (۱) اول امام مسلم نے جو شاگرد امام بخاری کے ہیں صحیح مسلم میں بخاری کی جرح میں ورق کا ورق
تحریر کیا ہے **مجیب** محض غلط اور امام مسلم پر افترا ہے کیا امام مسلم نے کہیں بھی امام بخاریؒ کا نام لیا ہے؟ کیا
امام مسلم نے حدیث معنعن کی جو بحث کی ہے اُسکے قائل صرف امام بخاری ہی ہیں۔ اگر تم مرد میدان ہو تو دونوں امور
کو ثابت کرو۔ ورنہ ائمہ دین پر افترا پردازی سے باز آؤ۔ اور اگر تم تحقیق کامل چاہتے ہو تو اس بحث کو کتاب
النجم الوهاج شرح مقدمة الصحیح لمسلم بن الحجاج العلامة الشهیر المحدث ابی الطیب العظیم آبادی
اور دوسری کتاب البحر المواج شرح مقدمة الصحیح لمسلم بن الحجاج للحافظ العلامة عبد الله الغازیفوری
میں مطالعہ کرو **مریب** جسکا ایک ٹکڑہ یہ ہے قد تکلم بعض منتحلی الحدیث من اهل عصرنا فی تصحیح
الاسانید الی آخرہ ترجمہ منجملہ منتحلین حدیث کے ہمارے زمانہ کے ایک آدھ شخص (امام بخاری رح) نے حدیثوں کے
سند کے کھرے کھوٹے ہونے کے بابت مونھہ سے ایسی بات نکالی ہے کہ اگر ہم اُسکا تذکرہ اور اسکے مضمون
کی ابتری کے بیان سے ایکدم کنارہ کرتے تو پکا خیال اور ٹھیک چال ہوتی اس لئے کہ بس انداز مضمون سے
منہ پھیر لینا اوس بات کے مٹا دینے اور کہنے والے کے نام گنوا دینے کے واسطے بہتر ہے اور یہ امر
بہت ہی مناسب ہے کہ جاہلوں کو ایسی بات کی سرے سے اطلاع ہی نہو مگر چونکہ انجام کار کی برائی
سے اور نیز جاہلوں کا ساختہ پرداختہ بات پر دھوکہ کہا جانے اور خطاکاروں کی خطا اور نیز اُن باتوں پر جو
عالموں کی نظر سے گری ہوئی ہے دوڑکر اعتقاد کرلینے سے ہم ڈرے اسواسطے بقدر ضرورت ایسی کلام

کی ابتری لکھدیا اور ایسے تقریر کا رد کرنا خلائق کے لئے رفاہ ہے اور نتیجہ بہی لائق سراہنے کے ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ **مجیب اولاً** - ترجمہ میں آپنے اپنی جانب سے "امام بخاری" کو بڑھا دیا ہے عبارت مسلم مرقومہ میں کہیں امام بخاری کا ذکر کیا نام تک بہی نہیں ہے اسلئے امام بخاری ہی کو متعین کرنا افترا محض نہیں تو کیا ہے تو دونہ خرط القتاد **ثانیاً** - امام مسلم جس امر پر جرح کر رہے ہیں وہ مسئلہ یوں ہے کہ امام مسلم کے نزدیک عنعنہ میں معنعن کی صرف معاصرت شرط ہے - اور دوسرے محققین کے نزدیک محض معاصرت ہی نہیں بلکہ لقاء بہی شرط ہے اور یہی مذہب صحیح ہے جیساکہ تمام اصولیین حتے کہ مولوی احمد علی حنفی نے بہی مقدمہ بخاری میں لکہدیا ہے وہو الصحیح + اگر تم کو کچھ بہی لیاقت ہو تو کتب اصول حدیث کو دیکہو اور پڑھو - مثل مقدمہ ابن الصلاح و تدریب الراوی شرح تقریب النواوی اور فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث وغیرہ - کہ ان لوگوں نے کیسی صراحت کیساتھ اوسیکو ہو الصحیح لکہا ہے اور یہ مذہب علی بن المدینی اور ابوبکر الصیرفی وغیرہ محققین کا بہی ہے اور یہی مذہب جو سب محققین کا ہے امام بخاری کا بہی ہے - بس اس عبارت سے امام بخاری پر جرح کیونکر سمجہی گئی بلکہ امام مسلم کے عصر میں کوئی ایسا شخص ہوگا کہ اسکا بہی یہی مذہب ہو جو کہ علی بن المدینی اور امام بخاری کا مذہب ہے اور وہ شخص امام مسلم کے نزدیک قابل جرح ہوں گے اسلئے اسپر اسقدر تشنیع کیا - قابل غور یہ بات ہے کہ امام مسلم ہر وقت امام بخاری کے مداح و ثناخواں رہتے تہے - اور انکے فضل و کمال کے ہمیشہ مقر تہے پہر ایسی سخت جرح امام مسلم کیونکر امام ہمام بخاری رح پر کر سکتے ہیں - مقدمہ فتح الباری کے فصل عاشر میں ہے کہ امام مسلم نے امام بخاری کو کہا اشهد انه لیس فی الدنیا مثلک یعنی امام مسلم نے امام بخاری کو کہا کہ ہم اسبات کا اقرار کرتے ہیں کہ تمامی دنیا میں علم و فضل میں تمہارا کوئی مثل نہیں ہے وروی البیہقی من طریق ابی حامد الاعمش یقول سمعت مسلم بن الحجاج وجاء الی محمد بن اسماعیل فقبل بین عینیه وقال دعنی حتے اقبل رجلیک یا استاذ الاستاذین وسید المحدثین وطبیب الحدیث فی علله انتہی یعنی امام مسلم امام بخاری کے پاس آئے اور انکے آنکہوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا کہ ہم کو اپنے پاؤں کا بہی بوسہ لینے دیجئے اے استادوں کے اوستاد اے محدثوں کے سردار اے حدیث کی بیماریوں کے طبیب یعنی کہرے کہوٹے سے پہچاننے والے اور شرح نخبہ میں ہے اتفق العلماء علی ان البخاری کان اجل من مسلم فی العلوم واعرف منه بصناعة الحدیث وان مسلما تلمیذه وخریجه ولم یزل یستفید

منه ويتتبع اثاره حتى قال الدارقطنى لو لا البخارى لما راح مسلم ولا جاء انتهى یعنی تمام علما نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ امام بخاری امام مسلم سے علوم میں بڑھکر تہے اور مسلم سے زیادہ کاریگری حدیث کو پہچاننے والے تھے اور اسبات پر اجماع کیا ہے کہ امام مسلم تلمیذ اور شاگرد تہے امام بخاری کے۔ اور ہمیشہ مسلم فائدہ حاصل کرتے رہے امام بخاری سے اور اونکے نقش قدم کی پیروی کرتے رہے یہانتک کہ دارقطنی نے یہ کہا کہ اگر امام بخاری نہو تے تو امام مسلم کا پتہ بہی نہوتا۔ یعنی حدیث کی صنعتیں امام مسلم کو مطلق معلوم نہوتیں۔ یہ سب امام بخاری کا امام مسلم پر فضل تہا۔ پہر کیونکر امام مسلم اپنے باپ ماں سے پیارے اوستاد پر ایسی سخت جرح کر سکتے ہیں ع۔ این خیال است ومحال است وجنون **شمالثاً** معلوم ہوتا ہے کہ آپنے سنی سنائی اس عبارت کو لکہدی ہے۔ اگر آپ صحیح مسلم کو دیکہتے تو ساتہہ اوسکے اوسکی شرح نووی کو بہی ضرور دیکہہ لیتے۔ امام ابوزکریا یحیےٰ بن شرف النواوی شرح مسلم میں لکہتے ہیں وهذا الذى صار اليه مسلم قد انكره المحققون وقالوا هذا الذى صار اليه ضعيف والذى رده هو المختار الصحيح الذى عليه ائمة هذا الفن على بن المدينى والبخارى وغيرهما انتهى۔ یعنی امام مسلم جس مسئلہ کی طرف گئے ہیں محققوں نے اسکا انکار کیا ہے اور یوں کہا کہ امام مسلم جس امر کی طرف گئے ہیں بالکل ضعیف ہے۔ اور جس امر کا امام مسلم رد کر رہے ہیں وہی پسندیدہ اور صحیح ہے اور اسی پر فن حدیث کے بڑے بڑے امام لوگ مثلاً علی بن المدینی اور امام بخاری رح وغیرہ ہیں۔ مہکئے جناب امام بخاری پر جرح ثابت ہوئی یا اُن کی فضیلت نکلی۔ افسوس ہے ع۔ خود غلط بود انچہ تو پنداشتی + پس آپنے اپنے دعوے کے ثبوت میں جس قول کو پیش کیا تہا وہ پایۂ اعتبار سے خود ساقط ہے اسلئے آپکا دعوے بہی ساقط ہوا۔ اور ہماری ڈگری بحال رہی کہ امام بخاریؒ وصحیح بخاری کی فضیلت مزید ثابت ہوگئی۔ سہکئے کیسی لینے کی دینی پڑگئی ؎

یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا		میں الزام اونکو دیتا تہا قصور اپنا نکل آیا

قریب۔ اور اسی وجہ سے امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں بخاری سے باوجود اوستاد ہونے کے کوئی روایت نہیں کی ہے **مجیب** ع حقیقت شناس نئی دلبرا خطا اینجا است + اے جناب! یہ وجہ نہیں ہے جسکو آپنے اپنے زعم فاسد میں گمان کیا ہے آپکو اسقدر وقتیں جو پیش آ رہی ہیں اس وجہ سے کہ آپ جامۂ جہالت سے آراستہ ولباس عداوت سے پیراستہ ہیں۔ اگر آپ کتب اسماء الرجال وطبقات کا مطالعہ

کئے ہوتے اور اصول حدیث سے کچھ بھی خبر رکھتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ امام بخاری و امام مسلم دونوں اکثر
مشارک فی الشیوخ ہیں یعنی دونوں اماموں کے شیوخ واحد ہیں۔ مثلاً امام احمد بن حنبل و یحیٰی بن معین و محمد بن بشار
و عثمان بن ابی شیبہ وغیرہم سے امام بخاری و مسلم دونوں امام نے روایت کیا ہے۔ اور محدثین کا مقصود اعظم و باعث
افتخار یہ ہے کہ اسانید و طرق انکے عالی مع صحۃ الاسانید ہوں۔ اور امام مسلم کی اعلیٰ اسانید رباعیات ہیں۔
پس اگر امام مسلم انہیں احادیث کو بواسطہ امام بخاری عن احمد بن حنبل روایت کرتے تو وہ اسناد اگرچہ صحیح
تو ہوتی مگر نازل ہو جاتی یعنی خماسی ہوتی۔ پھر باوجود اسناد عالی کے اسناد نازل کو کیوں قبول کرتے۔ اور
بعض جگہ ایسا بھی ہے کہ کوئی سند امام بخاری کی نازل ہے یعنی واسطہ اُس میں زیادہ ہے اور مسلم کی
سند عالی ہے جیسے روایت عباد بن موسیٰ الختلی کی کہ یہ شیخ ہیں مسلم کے بلا واسطہ اور شیخ ہیں بخاری کے
بواسطہ اور اسکے سوا اور بھی وجوہ کثیرہ ہیں للتفصیل مقام آخر۔ ہاں صحیح مسلم کے سوا اور کتب میں امام مسلم
نے امام بخاری سے بکثرت روایت کیا ہے کما صرح بہ النووی فی تھذیب الاسماء والحافظ فی
تھذیب التھذیب و فی الخلاصۃ۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ محدثین کا عام قاعدہ ہے کہ جہاں تک اونکو سند عالی
اور کم واسطہ کے طرق ملیں گے اوسیقدر وہ سند سافل اور زیادہ واسطہ والی طرق سے گریز کریں گے
دیکھئے امام مسلم نے اپنی صحیح میں جسقدر رباعیات کو بیان کیا ہے اُس میں اُنھوں نے اپنے اُن شیخوں
کو چھوڑ دیا ہے جن سے وہ حدیثیں زیادہ واسطہ سے مروی ہیں کیونکہ انکا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جہانتک
ہوسکے واسطے کم ہوں چونکہ امام مسلم کا امام بخاری سے روایت کرنے میں واسطہ بڑھ جاتا اس لئے انھوں
نے اُن سے عدم روایت پر اکتفا کیا۔ اور یہ عدم روایت اس امر کو مستلزم نہیں کہ امام بخاریؒ کی
روایت کو مسلم نے کمزور سمجھا۔ بلکہ یہی امام مسلم نے امام بخاری سے کہا تھا دعنی اقبل رجلیک یا استاذ
الاستاذین۔ دیکھو تاریخ نیساپور للحاکم اور تہذیب الاسماء للنووی بکمام آنفا۔ علاوہ بریں اگر کسی امام نے اپنے
کسی شیخ سے کسی کتاب میں روایت کیا ہو اور کسی میں نہ کیا ہو تو عدم روایت فی بعض الکتب باعث ضعف
اوس امام و شیخ کا نہیں ہے۔ جیسے کہ امام ابو حنیفہ رح شاگرد ہیں امام مالک رح کے۔ اگر امام صاحب امام مالک
سے روایت نہ کریں تو کیا امام مالک کے شان میں کچھ فرق آجائے گا یا اُن پر کسی قسم کی جرح ہو جاوے گی؟
حالانکہ امام ابو حنیفہ نے اکثر مقام پر امام مالک سے روایت بھی کیا ہے دیکھو کتاب تزیین الممالک بمناقب

امام مالک رح للعلامۃ جلال السیوطی جلد اول صفحہ ۳۳ تو ہم یہی اوسکی کچھ عبارت صفحہ ۵۹ سے نقل کر دیتے
ہیں۔ روایۃ ابی حنیفۃ عن مالک ذکرھا الدارقطنی فی کتاب المدبج وابن خسرو البلخی فی
مسند ابی حنیفۃ والخطیب البغدادی فی کتاب الرواۃ عن مالک، وذکرھا من المتاخرین
الحافظ مغلطائی فی نکتہ علی علوم الحدیث لابن الصلاح والشیخ سراج الدین البلقینی
فی محاسن الاصطلاح وقال الشیخ بدر الدین الزرکشی فی نکتہ علی ابن الصلاح صنف الدار
قطنی جزأ من الاحادیث التی رواھا ابو حنیفۃ قال وقال الحنفیۃ اجل من روی عن مالک
ابو حنیفۃ انتہی قلت وھذہ العبارۃ تدل علی انہ روی عن مالک عدۃ احادیث، ثم وقفت
علی مسند ابی حنیفۃ لابی الضیاء الذی جمعہ من خمسۃ عشر مسندا فرأیتہ اورد فیہ من روایۃ
ابی حنیفۃ عن مالک عن نافع عن ابن عمر الخ انتہی کلام السیوطی۔ ترجمہ امام ابو حنیفہ کی روایت امام
مالک سے ذکر کیا اسکو دارقطنی نے کتاب المدبج میں اور ابن خسرو بلخی نے مسند ابو حنیفہ میں (جو مسند کہ انہیں
حضرات کی بنائی ہوئی ہے) اور خطیب بغدادی نے اُن راویوں کی کتاب میں جنہوں نے امام مالک سے
روایت کی ہے اور ذکر کیا اس روایت کو متاخرین سے حافظ مغلطائی نے ابن صلاح کی علوم الحدیث کے
نکت پر (جو انہوں نے لکھی ہے) اور شیخ سراج الدین بلقینی نے محاسن الاصطلاح میں۔ اور کہا شیخ بدر الدین
زرکشی نے اپنی نکت بر ابن صلاح میں کہ تصنیف کیا ہے دارقطنی نے ایک حصہ چند حدیثوں کا جسکو امام ابو حنیفہ
نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حنفیہ کہتے ہیں زیادہ بزرگ اُن لوگوں میں جنہوں نے امام مالک سے
روایت کیا ہے امام ابو حنیفہ ہی ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ عبارت دلالت کرتی ہے اسبات پر کہ امام ابو حنیفہ نے
امام مالک سے چند حدیثوں کو روایت کیا ہے پھر میں ابو حنیفہ کی مسند پر واقف ہوا جسکو ابو الضیاء نے پندرہ
مسندوں سے جمع کیا ہے (اور امام ابو حنیفہ کی طرف نسبت کر دیا ہے) پس میں نے دیکھا کہ اُس میں
امام ابو حنیفہ کی وہ روایت موجود ہے جو کہ امام صاحب امام مالک سے روایت کرتے ہیں اور امام مالک نافع
سے اور نافع ابن عمر سے روایت کرتے ہیں الی آخرہ۔ پس جب امام مالک شیخ ٹھہرے امام ابو حنیفہ کے تو اگر
روایت ابو حنیفہ من طریق مالک امام صاحب کے بعض المسانید المنسوبۃ الیہ میں نہو تو کیا اس سے امام مالک پر
کچھ جرح للازم آئیگا اسیطور سے امام مسلم کا اپنی صحیح میں امام بخاری سے روایت نہ لانیکو بھی قیاس کریں۔

ع ہاتھ لا یار دوست کیوں کیسی کہی؟ علاوہ ازیں آپ تو خود امام بخاری کو امام مسلم کا استاذ تسلیم کر رہے ہیں۔ پس کوئی جھگڑا نہیں فالحمد للہ **مریب** اور کچھ امام مسلم ہی پر موقوف نہیں بلکہ صحاح ستہ والوں میں سے سوائے ترمذی کے اور کسی نے بھی بخاری سے روایت نہیں کی ہے **مجیب** اجی حضرت صحاح ستہ میں تو خود بخاری بھی داخل ہے پھر صحاح ستہ والوں کا بخاری سے روایت کرنا چہ معنی۔ سنئے جناب! اسکی بھی وجہ وہی ہے جو امام مسلم کے نہ روایت کرنے میں بیان کی گئی۔ اور ترمذی نے امام بخاری سے اوسی حدیث کو روایت کیا ہے جس میں اونکو اس سے بھی عالی سند نہیں ملی۔ سمجھ گئے یا نہیں۔ اور صحاح والوں کی عدم روایت سے امام بخاری کا امام الدنیا ہونا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا جیسا کہ آگے آپنے بڑھ ہانکی ہے بلکہ خود اُن صحاح والوں کے اقوال امام بخاری کے امام الدنیا و سید المحدثین ہونے میں موجود ہیں دیکھو تہذیب الاسماء للنووی اور روایت کی متعلق مولوی احمد علی مرحوم کی عبارت آگے آتی ہے فانتظر۔ آپ ہمکو کیا سمجھتے ہیں؟ ہم وہ ہیں کہ ؎

غنچۂ گل کی طرح بند دہاں رکھتے ہیں
ہم بخاری کی خبر و زباں رکھتے ہیں

مریب اور یہیں سے اس دعوے کا بے بنیاد ہونا بھی ظاہر ہوا کہ امام بخاری اپنے فن میں سارے جہان کے امام ہیں کس واسطے کہ یہ لوگ اگر ان کو امام مانتے تو اُنسے ضرور حدیث روایت کرتے اور ان کے شرائط روایت کے پابند ہوتے **مجیب** اسکا جواب اوپر ہو چکا کہ کسی شخص کے امام الدنیا ہونے کے لئے دنیا کے ہر فرد کا اُس سے روایت کرنا ضرور نہیں اور اسقدر کیا کم ہے جو اُنسے نوّے ہزار ۹۰۰۰۰ لوگوں نے الجامع الصحیح کو سنا جیسا کہ مولوی احمد علی حنفی مقدمہ بخاری میں لکھتے ہیں وقد روینا عن الفربری قال سمع الصحیح من البخاری تسعون الف رجل انتہی یعنی فربری (شاگرد بخاری رح) کہتے ہیں کہ اس صحیح کو امام بخاری سے نوّے ۹۰ ہزار لوگوں نے سنا ہے۔ اور آپنے روایت کی بابت جو لکھا ہے کہ "اُنسے ضرور روایت کرتے"! اگر انھوں نے روایت نہیں کیا تو اور بہت سے لوگوں نے تو روایت کیا ہے؟ وہی آپکے مولوی احمد علی صاحب حنفی مقدمہ میں لکھتے ہیں وقد روی عنہ خلائق غیر ذلک یعنی امام بخاری سے بہت سی مخلوق نے روایت کیا ہے خلائق جمع کثرت ہے۔ اور دیکھئے ائمہ صحاح میں اکثر کے روایت کی خود مولوی احمد علی صاحب حنفی نے تصریح کی ہے لکھتے ہیں وممن روی

عنه من الائمة الاعلام ابو الحسين مسلم بن الحجاج صاحب الصحیح وابو عیسی الترمذی
وابو عبد الرحمن النسائی الخ یعنی امام مسلم وترمذی ونسائی نے بھی امام بخاری سے روایت کیا ہے
اب لیجئے آپکا دعوےٰ جس بنا پر تہا وہ بنا خود ٹوٹ گئی۔ لہٰذا آپکا دعوےٰ باطل ہوگیا اور امام بخاری کا
سارے جہان کا امام ہونا ثابت ہوگیا۔ باقی رہا یہ امر کہ امام مسلم نے جب امام بخاری سے روایت کیا تو انکے
شرائط کے پابند کیوں نہیں ہوئے اسکی وجہ یہ ہے کہ محدثین مقلد شیخ کے نہیں ہوتے بلکہ خود مجتہد ہوتے
ہیں اُنکے اجتہاد میں جو بات آتی ہے اُسکے پابند ہوتے ہیں لیکن آپ چونکہ مقلد ہیں اسلئے تقلید کا پردہ
آپکے دل پر پڑگیا ہے اسی وجہ سے روشن بات بھی آپکے سمجھ میں نہیں آتی ہ

اُلٹی سمجھ کسیکو بھی ایسی خدا نہ دے		دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

مریب (۲) دوم ابن جوزی رح اتنے بڑے محدث نے موضوع (جعلی) حدیثیں بخاری میں جتنی ہیں
دیکھو موضوعات ابن جوزی رح **مجیب** واہ جناب خوب! یہ وہی ابن جوزی ہیں نہ جنہوں نے آپکی اس
حدیث کو بھی موضوع لکہدیا ہے (جو درحقیقت موضوع اور جعلی ہے) وھو علیہ السلام ان ادم افتخر بی
وانا افتخر برجل من امتی اسمه نعمان وکنیته ابو حنیفة هو سراج امتی یعنی آنحضرت صلعم نے
(نعوذ باللہ) فرمایا کہ آدم نے میرے ساتھ فخر کیا اور میں اپنی امت کے ایک شخص کیساتھ فخر کرتا ہوں جسکا
نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہوگی وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔ (عیاذاً باللہ) ابن جوزی کے اس حدیث کو موضوع
کہنے پر آپ لوگوں کو بڑا بُرا لگا کہ آپکے فقہا مصنف ضیاء معنوی اور ردالمختار والے نے لکہدیا وقول
ابن الجوزی انه موضوع تعصب انتہی۔ یعنی علامہ جوزی کا اس حدیث کو موضوع کہنا تعصب ہے بڑے
شرم اور غیرت کا مقام ہے کہ جو حدیث فی نفسہ موضوع ومکذوب ومخترع وجعلی ہو اسکو علامہ ابن الجوزی نے
جو موضوع لکہا وہ تو تعصب پر محمول ہوا۔ اور جس صحیح حدیث کی تنقید میں علامہ ابن الجوزی سے خطا واقع ہوئی
وہ محمول علی الصواب ہوگیا۔ تم کو اسکی خبر نہیں ہے کہ محققین علماء محدثین کا اسپر اتفاق ہے کہ جس حدیث
کو علامہ ابن الجوزی نے موضوع کہا ہے اگر اسپر موافقت دیگر علماء کی بھی ہے تب تو وہ حدیث موضوع بالاتفاق ہے
اور اگر ابن الجوزی اُسکے موضوع کہنے میں متفرد ہیں تب اس میں وجوہ وضع کو غور کرنا چاہیئے۔ اور اگر ابن
الجوزی نے کسی صحیح حدیث کو موضوع کہا اور علماء نے اُنکا تعاقب کیا تو وہ اُنکی خطا فی الاجتہاد پر محمول

ہوگا کیونکہ ابن الجوزی کی تنقید مثل تنقید محققین کے نہیں ہے اونسے بہت مسامحت ہوئی ہے - اسیواسطے حافظ
ابن حجر رح نے کہاہے ان تساہل ابن الجوزی وتساہل الحاکم اعدم النفع بکتابیہما انتہی اب یہ دیکہو
کہ حدیث سراج امتی کے موضوع ہونے پر اتفاق محدثین ہے یا نہیں - پس معلوم کروکہ سارے محدثین نے
مثل خطیب بغدادی وابن حبان وابن عدی وابن الجوزی وذہبی وسیوطی وغیرہم نے اسکو موضوعات میں
شمار کیاہے . جیساکہ میزان الاعتدال واللآلی المصنوعہ میں مذکور ہے نیز مولوی عبدالحی حنفی لکہنوی نے مقدمہ
ہدایہ میں اسکے موضوع ہونے کو تسلیم کیا ہے - اور وہ صرف ایک حدیث صحیح بخاری کی جسکو ابن الجوزی
نے اپنی کتاب موضوعات میں داخل کیاہے اسپر ائمہ نقادین کی ایک جماعت کثیرہ نے تعاقب کیا ہے
اور ابن الجوزی کے کلام کو غلط و باطل ٹہرایا ہے آپکا یہ دعویٰ کہ ابن الجوزی نے موضوع حدیثیں (جمع کیا تہا)
بخاری میں جنی ہیں یہ محض جہوٹ اور غلط اور باطل ہے - ابن الجوزی نے تو صرف ایک حدیث صحیح بخاری پر
کلام کیاہے اور اوسکو بہی سب محققین ناقدین نے تسلیم نہیں کیا - بلکہ ابن الجوزی کے کلام کو رد کردیا ہے
تم یہ دعوے کرتے ہو کہ ابن الجوزی نے موضوع حدیثین (یعنی بہت سی) بخاری میں جنی ہیں تم اگر مرد میدان
ہو اپنے دعوی میں سچے ہو شرم وغیرت والے ہو تو تم کو لازم ہے کہ تین چار کو اصل کتاب ابن الجوزی سے
پیش کرو - ورنہ -ع- بیحیا باش ہرچہ خواہی کن - تم کو یہ بہی معلوم ہے کہ یہ کون ابن الجوزی ہیں وہی ہیں جو
تمہارے چہوٹے خدا (یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) سے ہردم بحث ومناظرہ چہیڑ چہاڑ کرتے
رہتے تہے . اگر ابن الجوزی کے اس قول (یعنی بخاری میں موضوع حدیث چننے) پر آنکہہ بند کئے ہوئے امنّا
صدقنا کئے ہو تو یہ بتلاؤ کہ ان کی کتاب تلبیس ابلیس کو بہی مانتے ہو؟ تف ہے تمہاری اس عقل پر کہ
ابن الجوزی پر تم نے ایسا افترا عظیم باندہا ہے . سنو - امام سیوطی نے التعقبات علی موضوعات ابن
الجوزی میں لکہاہے وبعد فان کتاب الموضوعات جمع الامام الحافظ ابی الفرج عبدالرحمن
بن علی ابن الجوزی البکری رح قد نبہ الحفاظ قدیما وحدیثا علی ان فیہ تساہلا کثیرا واحادیث
لیست بموضوعۃ بل ہی من وادی الضعیف وفیہ احادیث حسان واخری صحاح
بل وفیہ حدیث من صحیح مسلم نبہ علیہ الحافظ ابو الفضل بن حجر رح وجدت فیہ
حدیثا من صحیح البخاری من روایۃ حماد بن شاکر الخ یعنی حمد ونعت کے بعد ابن الجوزی نے

جو کتاب موضوعات جمع کی ہے اوسکی بابت سلف و خلف کے حفاظ نے آگہی کردی ہے کہ ابن الجوزی سے بہت تساہل ہوا ہے کیونکہ بعض ضعیف حدیثوں کو موضوعات میں داخل کردیا ہے بلکہ حسن حدیثوں کو بھی موضوع کہدیا ہے حتی کہ صحیح تک حدیثوں کو موضوعات میں شمار کیا ہے اس پر طرفہ یہ کہ اُس میں ایک حدیث صحیح مسلم کی بھی ہے بلکہ میں نے ایک حدیث صحیح بخاری کی بھی بروایت حماد بن شاکر اُس میں پایا۔ انتہی اور دیکھئے علامہ سیوطی آخر میں کتاب التعقبات کے لکھتے ہیں هذا آخر ما اوردته فی هذا الکتاب من الاحادیث المتعقبة التی لا سبیل الی ادراجها فی سلک الموضوعات وعدتها نحو ثلاثمائة حدیث منها فی صحیح مسلم حدیث وفی صحیح البخاری من روایة حماد بن شاکر حدیث الخ۔ یعنی اس کتاب میں اُن حدیثوں کو بیان کر دیا جنکو موضوعات میں داخل کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہے اور وہ حدیثیں شمار میں تین سو ہیں جن سے ایک صحیح مسلم کی اور ایک صحیح بخاری کی بروایت حماد بن شاکر ہے۔ انتہی جس سے معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کی روایت ہرگز موضوع نہیں ہے بلکہ آپکے نہ سوچنے کا یہ ثمرہ ہے ؎

ندامت ہوگی پیچھے سے نہ سوچو گے اگر پہلے		یہ دن کب دیکھتے صاحب اگر رکھتے خبر پہلے

مریب (۳) سوم امام قسطلانی شرح بخاری کے جلد افضل ۴ میں جہاں کتاب بخاری کے وجوہات ترجیح اوپر مسلم کے بیان کرتے ہیں **مجیب** جزاک اللہ۔ بہا نبر آپنے سچ بات کو ظاہر کر دیا اور اس بات کے قائل ہوگے کہ کتاب بخاری کو اوپر مسلم کے ترجیح ضرور حاصل ہے لہذا جرح کچھ بھی نہ ہوئی۔ کیا خوب ؎

راہ پر اونکو تو لے آئے ہیں ہم باتوں میں		دو چار اور کھل جائینگے ملاقاتوں میں

بیشک ہم نے بھی جب قسطلانی اُٹھا کر جلد اول کی فصل چہارم دیکھی تو ہم کو بھی اس میں یہی عبارت ملی۔ وقد اتفق الامة علی تلقی الصحیحین بالقبول واختلف فی ایهما ارجح ورجح الجمهور بتقدیم صحیح البخاری ولم یوجد عن احد التصریح بنقضه (قسطلانی جلد افصل ۴ صفحہ ۱۹) یعنی تمام امت نے بخاری ومسلم کو اتفاق کرکے دست قبول میں لے لیا ہے ہاں بعض کا یہ اختلاف ہے کہ ان دونوں میں ترجیح کسکو ہے؟ جمہور نے صحیح بخاری کی ترجیح کو مقدم بالتصریح کیا ہے اور اسکے خلاف (یعنی مسلم کا بخاری پر ترجیح پانا) کسی سے صراحۃً ثابت نہیں ہے انتہی۔ بس بحمد اللہ جو کہ ہمارا مدعا تھا اوسکو آپنے تسلیم کر لیا ذلک ما کنا نبغ **مریب**

چہارم " " قول اول " " قول دوم " " " **مجیب** انکا جواب رسالہ صراط مستقیم کے صفحہ ۶۵ میں ملاحظہ فرماویں

مریب پنجم امام دارقطنی رح ششم امام نسائی ہفتم ابن حزم۔ ان سبھوں نے بھی اپنی اپنی تصنیفات میں کتاب بخاری پر جرح قدح کی ہے اور اسی طرح اکثر محدثین نے کتاب بخاری پر جرح و قدح کی ہے **مجیب** اولاً تو آپ نے انکے جرح کی عبارتیں نہیں نقل کیں نہ معلوم کس وجہ سے؟ یا تو آپ نے اونکو سمجھا نہیں۔ یا دیکھا ہی نہیں رجماً بالغیب شی سنائی لہدیا ہے پس آپ جب ان کی عبارتیں نقل کریں گے تو ہم انکا جواب بھی بالتفصیل دینگے۔ آب ہم سے سنو کہ تمنے تین ائمہ کا نام لیا ہے اول دارقطنی دوم نسائی سوم ابن حزم۔ پس بیشک دارقطنی نے بعض احادیث صحیح بخاری پر استدراک کیا ہے مگر ائمہ فن نے ہر ایک استدراک کا جواب کافی وشافی دیا ہے۔ چنانچہ کتاب التعلیق المغنی علے سنن الدارقطنی میں ہے وصنف الدارقطنی التصانیف منہا الاستدراک علی الصحیحین لکن ھذا الاستدراک مبنی علی قواعد بعض المحدثین ضعیفۃ جدا مخالفۃ لما علیہ الجمہور من اھل الفقہ والاصول وغیرہم فلا تغتر بذالک قالہ النووی انتہی یعنی دارقطنی کی منجملہ بہت سی تصانیف کے ایک الاستدراک علی الصحیحین ہے لیکن یہ استدراک بعض محدثین کے قواعد پر مبنی ہے جو بہت کمزور اور جمہور اہل اصول کے خلاف ہے پس تم لوگ اس سے دہوکہ میں نہ آنا انتہی بلکہ دارقطنی کے کل استدراک کا جواب لفظ بلفظ فتح الباری شرح بخاری اور شرح مسلم للنووی میں موجود ہے فی الحال علامۂ زماں فاضل دوراں ابو الطیب محدث عظیم آبادی دارقطنی کی کتاب التتبع والاستدراک کا ایک مطول حاشیہ لکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ اتمام کو پہونچاوے۔ آمین۔ علاوہ بریں دراسات اللبیب میں ہے واجاد عن ذلک المحصلون ھباء منثورا انتہی یعنی جن لوگوں نے بخاری پر جرح کی ہے محدثین نے انکے ایسے ایسے جوابات دئے ہیں کہ انکو اڑتا ہوا پراگندہ غبار کے مانند کر دیا ہے۔ باقی رہی جرح نسائی کی یہ تمہارا افترا اور بہتان ہے۔ نسائی نے کہیں بھی جرح بخاری نہیں کیا ہے۔ بلکہ وہ تو صحیح بخاری کے یوں مداح ہیں جسکو مولانا احمد علی حنفی سہارنپوری مقدمہ بخاری میں نقل کرتے ہیں وقال النسائی اجود ھذہ الکتب کتاب البخاری انتہی یعنی حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری سے بڑھکر کوئی کتاب نہیں ہے۔ اور نووی شرح مسلم صفحہ میں ہے وروینا عن الامام ابی عبد الرحمن النسائی قال ما فی ھذہ الکتب کلہا اجود من صحیح البخاری انتہی ترجمہ اسکا وہی ہے۔ باقی رہے ابن حزم یہ وہی ہیں جنہوں نے محلی شرح مجلی میں پچاسوں جگہ لکھا ہے ھذا ابو حنیفۃ قد خالف اللہ ورسولہ۔ اور تو وہی ابن حزم ہیں جنھوں نے تقلید کے بارے میں لکھا ہے التقلید حرام ...

اقوال کو بہی مانتے ہو یا نہیں؟ یہ تمہارا الزامی جواب تہا۔ اب تحقیقی جواب سنو۔ ابن حزم نے صحیح بخاری کی کسی حدیث پر بہی جرح نہیں کیا ہے بلکہ اُنھوں نے صرف ایک حدیث کو جو کہ فی الحقیقت وہ متصل ہے مگر بظاہر منقطع معلوم ہوتی ہے اوسپر انقطاع کا حکم لگا دیا ہے حالانکہ فی الحقیقت وہ منقطع نہیں ہے امام نووی نے صـ میں اسکی پوری بحث کیا ہے وقال فی آخر البحث ولم یصب ابو محمد بن حزم الظاہری حیث جعل مثل ذلک انقطاعا قادحا فی الصحۃ وھذا خطاء من ابن حزم من وجوہ انتہی مختصراً یعنی ابن حزم نے ایسی حدیث کو منقطع کہنے میں غلطی کہا یا ہے جو کہ حرج ڈالنے والا ہے صحت میں۔ یہ ابن حزم کی خطاء ہے کئی وجہوں سے۔ بس آپکی تحریر بالا کسی طرح حیز قبول میں نہیں آسکتی۔ ہاں البتہ امام بخاری کی شان اعلیٰ ثابت ہوگئی۔ اور یہ کچھہ ہمارے دل کی بات نہیں ؎

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند		آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

مریب دوم حنفیوں کے علماء کے چند نام جنھوں نے کتاب بخاری پر جرح کی ہے مع مختصر کیفیت جرح

مجیب واہ جناب! چمگادڑوں کا آفتاب سے مقابلہ؟ حنفی ہوکر اور محدثین پر جرح؟ پہر بہلا ان کی جرح کہاں تک حیز قبول میں آسکتی ہے۔ بلکہ انکی جرح و قدح سے ہی بخاری کی شان کا اعلیٰ ہونا ثابت ہوگا کیونکہ جو چیز جسقدر مقبول ہوگی اوسی پر انگلیاں زیادہ اُٹہیں گی۔ اور جب خدا اور رسول اور قرآن پر تاسے جرح و قدح نہیں چھوٹی تو صحیح بخاری پر جرح کیونکر نہو۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے ؎

قیل ان الالہ ذو ولد		قیل ان الرسول قد کہنا
ما نجی اللہ والرسول معا	۰	من لسان الوری فکیف انا

مریب۔ اول علامہ عینی نے شرح بخاری میں کتاب بخاری پر جا بجا جرح و قدح کی ہے **مجیب** اجی جناب! شارحین کا یہ عام قاعدہ ہوتا ہے کہ جس کتاب کی شرح کریں گے۔ اوسکے مصنف پر اپنی لیاقت جتلانے کو ضرور اعتراض کر دیتے ہیں۔ بس یہ کسی قسم کی جرح و قدح نہیں ہوسکتی بلکہ اسکو جرح سمجھنا آپ ہی ایسے عقل کے پیچھے لٹھ لیکر دوڑنے والے کا کام ہے۔ بلکہ علامہ عینی نے اپنی شرح بخاری کے صـ میں اسقدر امام بخاری کی تعریف کیا ہے کہ عبارت انکی قابل قدر ہے چنانچہ لکھتے ہیں الحافظ الحفیظ الشہیر الممیز الناقد البصیر الذی شہدت بحفظہ العلماء الثقات واعترفت بضبطہ المشائخ

الاثبات ولم ینکر فضله علماء هذا الشان ولا تنازع فی صحة تنقیده اثنان الامام الهمام حجة الاسلام ابو عبد الله محمد بن اسمعیل البخاری الخ - یعنی حافظ نگہبان مشہور تمیز کرنے والے پرکھنے والے بینا جنکے حافظہ کی معتبر علماؤں نے شہادت دی ہے اور انکے ضبط کا معتبر مشائخ نے اقرار کیا ہے اور نہیں انکار کیا اُنکے فضل کا اس شان کے (یعنی معتبر) علماء نے - اور نہیں نزاع کیا اون کی جانچ و پرتال کے صحیح ہونے میں دو شخصوں نے بھی - وہ امام ہیں بزرگ ہیں حجة ہیں اسلام کی کنیت ابو عبد اللہ نام محمد بن اسمٰعیل البخاری رح - کہاں گئے حضرت مشتہر صاحب! آپ بتلائیے کہ علامہ عینی نے امام بخاری کی تعریف کیا ہے یا اُن پر جرح کیا ہے - کیا خوب است، زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا **عجیب** چنانچہ مقدمہ میں کتاب مذکور کے ایک قول یہ ہے وقد طعن الدارقطنی الی آخره - ترجمہ اور تحقیق کہ طعن کیا دارقطنی نے اپنی کتاب میں جسکا نام الاستدراکات والتتبع علی البخاری ومسلم ہے ننانوے حدیث پر جو بخاری اور مسلم میں ہے - قول دوسرا یہ ہے ولابی مسعود الدمشقی الی اخره - یعنی ابو مسعود دمشقی کیواسطے بخاری اور مسلم پر استدراک ہے اور ایسا ہی ابو علی غسانی کیواسطے اونکی کتاب تقیید المهمل فی جزء العلل میں کتاب بخاری اور مسلم پر استدراک ہے **عجیب** تم نے جو یہ عبارت "وقد طعن الدارقطنی الخ" والی علامہ عینی کی شرح بخاری عمدة القاری صلا سے نقل کیا ہے اسکی بابت اولاً تم کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ علامہ عینی نے کس محل پر اسکو لکھا ہے - اجی جناب! عینی نے تو گویا اعتراض کے دفع کے لئے اس بحث کو لکھا ہے - چنانچہ عینی کی اصل عبارت یہ ہے السابعة فی الصحیح جماعة جرحهم بعض المتقدمین وهو محمول علی انه لم یثبت جرحهم بشرطه فان الجرح لا یثبت الا مفسراً مبین السبب عند الجمهور الخ یعنی بعض متقدمین نے صحیح بخاری کی ایک جماعت (رواة) پر جرح کیا ہے وہ جرح امام کی شرط کے خلاف ہے اس لئے کہ ثبوت جرح جب ہوتا ہے جمہور کے نزدیک جب وہ مفسر ہو اُسکے کل اسباب بیان کر دئے گئے ہوں - پھر اسکے بعد وہ عبارت ہے وقد طعن الدارقطنی الخ - اب سمجھو کہ اس سے عینی کا مقصود کیا ہے دوم یہ کہ علامہ عینی نے نہ تو کتاب الاستدراک للدارقطنی کی طرف مراجعت کیا ہے اور نہ ابو مسعود الدمشقی کی کتاب کی طرف اور نہ ابو علی غسانی کی تقیید المهمل کیطرف بلکہ عینی نے یہ عبارت نووی شرح مسلم سے نقل کیا ہے - اصل عبارت نووی کی مع جواب کے صلا میں یوں مرقوم ہے - فصل قد استدرک جماعة علی البخاری ومسلم احادیث اخلا بشرطهما فیها ونزلت عن درجة ما التزماه وقد الف الامام الدارقطنی

فی بیان ذلک کتابه المسمی بالاستدراکات والتتبع وذلک فی مائتی حدیث مما فی الکتابین ولابی مسعود الدمشقی ایضاً علیهما استدراک ولابی علی الغسانی الجیانی فی کتابه تقیید المهمل فی جزء العلل منه استدراک اکثره علی الرواة عنهما وفیه ما یلزمهما وقد اجیب عن کل ذلک او اکثره وستراه فی مواضعه انتهی کلام النووی یعنی ایک جماعت نے بخاری ومسلم کی اُن حدیثوں پر استدراک کیا ہے جنکو وہ دونوں امام اپنی صحیح میں اپنی شرط کے ساتھ لانے میں منفرد ہوئے ہیں اور وہ حدیثیں گر گئی ہیں اُس درجہ سے جسکا انہوں نے التزام کیا ہے اسکے بیان میں امام دارقطنی نے اپنی کتاب استدراکات اور تتبع تالیف کیا ہے وہ استدراک دو سو حدیثوں پر ہے جو بخاری اور مسلم میں ہے اور ابو مسعود دمشقی نے بھی اُن دونوں صحیحوں پر استدراک کیا ہے ایسا ہی ابو علی غسانی نے بھی اپنی کتاب تقیید المہمل میں استدراک کیا ہے زیادہ تر اُن دونوں کے رواۃ پر ہے اور اس میں بتایا ہے جو اُن دونوں کو لازم تہا اور تحقیق کہ ان ہر باتوں کا جواب دیا گیا ہے جیسا کہ تو اُسکے جگہ پر دیکھیگا انشاء اللہ تعالیٰ پس نووی نے ہر ہر اعتراض کا جواب دیا ہے ۔ اور علامہ عینی نے بھی اِس استدراک کو جرح نہیں سمجھا ہے یہ تو آپکی سمجھ کا قصور ہے اور چونکہ وہ کل جرح مدفوع ہیں اِس لئے علامہ عینی نے صہ میں لکھا ہے اتفق علماء الشرق والغرب علی انه لیس بعد کتاب الله اصح من صحیحی البخاری ومسلم (الی قوله) والجمهور علی ترجیح البخاری ومسلم (الی ان قال) وهذا مذهب المحققین من الحنفیة انتهی یعنی مشرق سے مغرب تک کے علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد بخاری ومسلم سے کوئی زیادہ صحیح کتاب نہیں ہے اور جمہور نے بخاری کو مسلم پر ترجیح دیا ہے اور یہی محققین حنفیہ کا مذہب ہے پس علامہ عینی کا ایسا لکہنا اور اوپر دارقطنی والی عبارت کو نقل کرنا اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُنکا مقصود جرح کرنا نہیں ہے بلکہ جرح کو دفع کرنا ہے ۔ اگر تم بہی سچے حنفی ہو تو اس مذہب محققین حنفیہ کو قبول کرو ۔ ورنہ اپنے خطا پر خوش رہو ؎

من آنچه شرط بلاغ است با تو میگویم		تو خواه از سخنم پند گیر خواه ملال

مریب دوم شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں "قول اول به تحقیق خرج کرده است مسلم در کتاب خود بسیاری از رواة که سالم نیستند از غوائل جرح و تهم جنین در کتاب بخاری

جماعت اندکہ تکلم کردہ شدہ است در ایشاں الخ قول دوم دریں کتاب ستہ اقسام حدیث از صحاح و
حسان وضعاف ہمہ موجود است وتسمیہ ان صحاح بطریق تغلیب است (تا آخر ترجمہ) مجیب نے شیخ صاحب کی عبارت
کو خاک نہیں سمجھا۔ اجی حضرت! شیخ صاحب نے تو فتح القدیر کی عبارت کا صرف ترجمہ کیا ہے۔ شیخ صاحب
کی کچھ اپنی تحقیق نہیں ہے۔ کیا آپکو معلوم نہیں کہ نقل امر اس بات کو مستلزم نہیں کہ ناقل کا اعتقاد بھی وہی
ہو۔ بہرحال صاحب فتح القدیر اور شیخ عبدالحق کی عبارت کا پورا جواب باصواب صاحب دراسات اللبیب
نے خوب دیا ہے اوسکو مطالعہ کرو تب تمہارے جہل کا شافی علاج ہو جاوے گا۔ کیونکہ صاحب دراسات
نے سارے اعتراضات کو ہباءً منثوراً کر دیا ہے۔ اور تم نے شیخ صاحب کے دوسرے قول کا بھی مطلب
نہیں سمجھا صرف شیخین کی کتاب کو تغلیباً صحاح نہیں کہتے بلکہ مجموعہ ستہ کو تغلیباً صحاح کہتے ہیں۔ بس یہ ثابت
نہیں ہوتا کہ صحیحین میں صحاح و حسان وضعاف تینوں انواع ہیں بلکہ سنن اربعہ میں یہ موجود ہیں اور ان
سب مجموعہ ستہ کو صحاح تغلیباً کہتے ہیں کیا آپکو نہیں معلوم کہ حکم الکل مستلزم حکم الجزء کو نہیں ہے۔ اگر آپکو
شک ہو تو نہیں شیخ صاحب کا قول صحیح بخاری کی بابت گوش گذار فرمایئے۔ شیخ عبدالحق صاحب
دہلوی اشعۃ اللمعات جلد اول صـ۱۱ میں لکھتے ہیں "جمہور علماء برانند کہ کتاب او در صحت مقدم است بر جمیع
کتب مصنفہ در حدیث تا آنکہ گفتہ اند کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری"۔ اب بتلایئے کہ آپکے
سمجھ ہی کا پھیر بتایا اور کچھ ہے۔ پڑھیں پتھر سمجھ ایسی پہ تم سمجھو تو کیا سمجھو + **مریب سوم** ابن ہمام کا
ایک قول جو فتح القدیر میں یہ ہے وقول من قال اصح الاحادیث مافی الصحیحین ثم ما
انفرد بہ البخاری (الی اخرہ) یعنی جس کسی نے یہ کہا ہے کہ سب سے زیادہ صحیح وہ حدیث ہے جو مسلم و بخاری
میں ہے اوسکے بعد صحیح وہ ہے جو بخاری میں ہے اوسکے بعد وہ حدیث جو مسلم میں ہو اوسکے بعد جو حدیث
بخاری و مسلم کے شرط پر ہووے وہ حدیث دوسری حدیث سے صحیح ہے اُسکے بعد جو بخاری اور مسلم میں سے
کسی ایک کے شرط پر ہو۔ بس ایسا کہنا اوس شخص کا محض زبردستی ہے اس قول کی پیروی جائز نہیں کیواسطے
کہ بخاری و مسلم کے حدیثوں کا صحیح ہونا صرف اس وجہ سے ہے کہ ان دونوں کتابوں کے راویوں میں وہ
شرائط پائی جاتی ہیں جو امام بخاری و مسلم نے مقرر کئے ہیں۔ پس اگر وہی شرائط بخاری و مسلم کے
علاوہ دوسری کتاب حدیث کے راویوں میں بھی پائی جاویں تو اُسکے بعد پھر یہ بھی حکم کرنا کہ جو

متن میں کہیں لفظ تقلید کا ہے جس سے تقلید کے عدم جواز کا ثبوت ہوتا ہے بتلا اپنے ترجمہ میں تقلید ہی [illegible] تقلید پر [illegible]
یہ کہاں کی اردو ہے کس زبان میں یوں [illegible] ہیں وہ کسواسطے کہ ۱۲

حدیث بخاری و مسلم میں ہے وہی صحیح ہے بالکل زبردستی ہے (ختم ہوا ترجمہ فتح القدیر کا) **مجیب** افسوس صد افسوس کہ آپ اتنی بڑی عبارت فتح القدیر سے نقل کرکے لکھ گئے اور ابن ہمام کے مطلب کو خاک نہیں سمجھا یہی آپکے علمیت کی بین دلیل ہے۔ کیا علامہ ابن الہمام صحیح بخاری یا امام بخاری پر جرح کر رہے ہیں ؟ حاشا و کلاً۔ سنئے اور غور سے سنئے۔ علامہ ابن الہمام کا اعتراض ترتیب مقررہ مابین المحدثین پر ہے نہ شرط و صحت بخاری پر اگر نہیں سمجھے تو بالتفصیل سنئے جن لوگوں نے حدیثوں کے صحیح تسلیم کرنے کی یہ ترتیب مقرر کی ہے اسپر ابن الہمام اعتراض کر رہے ہیں کہ اوسی شرط پر علاوہ بخاری و مسلم کے اور جگہہ اگر حدیثین پائی جاویں گی تو ہم اوسکو بھی ایسی ہی صحیح سمجھیں گے نہ یہ کہ بخاری کی حدیثوں پر کسی قسم کی جرح ہے گویا اعتراض بھی شیخ ابن الہمام کا غلط ہے۔ اور اجوبہ صحیحہ اس اعتراض باطل کا اصول حدیث میں موجود ہے۔ بہر حال اس اعتراض کو جرح علی رواۃ البخاری سے کچھہ تعلق نہیں ہے۔ افسوس آپکو وہ تو ہے نہیں اور مرد مناظر بنکر میدان میں آنیکا حوصلہ ہے ؎

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا		لڑتے ہو اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

مرتیب اور اسی امر کے قائل بڑے بڑے علماء ہیں جیسے محب اللہ بہاری و بحر العلوم وغیرہ اور دوسرا قول جسکو مولوی حمید علی فیض آبادی نے کتاب منتہی الکلام مطبوع نولکشور کے صفحہ پانچ میں لکھا ہے **مجیب** مجھے تمہاری حالت زار پر رحم کے بجائے افسوس آتا ہے کہ ائمۂ دین و محدثین پر جرح کرنے کے لئے غیر محدثین کے اقوال باطلہ پیش کرتے ہو اور رد اقوال بھی کس کے ! شیخ محب اللہ بہاری کے جنکو سوائے علوم آلات کے علم حدیث میں کچہ بھی دخل نہیں۔ ہاں اونکو شیخ الفلسفہ و شیخ اصول الفقہ کہو تو بہت صحیح و درست ہے اور حدیث کی کتاب تو انہوں نے غالباً سوائے مشکوۃ کے اور کچہ بھی نہیں پڑھا ہوگا۔ ورنہ تم تاریخ غلام علی آزاد بلگرامی کو دیکھکر کے بتاؤ کہ شیخ محب اللہ بہاری کو علم حدیث میں کس سے سند ہے۔ پس جو شخص جس علم سے محض ناواقف و نا آشنا ہو اُس علم میں اوسکے قول کو پیش کرنا جنون نہیں تو کیا ہے۔ علی ہذا القیاس بحر العلوم یعنی ملا عبد العلی لکھنوی کہ علوم فلسفہ و منطق و اصول فقہ میں تو البتہ بحر ہیں۔ باقی علوم دینیات میں وہ بالکل لاشئے محض ہیں انکو علم حدیث سے کیا تعلق اور کیا سروکار ہے۔ ان کی کتاب ارکان اربعہ اٹھا کر دیکھو کہ انکا مبلغ علم و انتہائے معلومات صرف شرح سفر السعادت اور شرح مشکوۃ شیخ عبد الحق و فتح القدیر تک

محصور رہے۔ ان کی نقل مشہور ہے کہ غزوۂ تبوک کو غزوہ بتوک (بتقدیم الباء الموحدہ) کہا کرتے تھے۔ پس جس شخص کی یہ حالت علم حدیث میں ہو انکے قول کو پیش کرنا عبث اور فضول اور حماقت ہے باقی رہے مولوی حیدر علی فیض آبادی وہ تو "کے آمدی و کے پیر شدی" کے مصداق ہیں۔ علاوہ ازیں شیخ محب اللہ بہاری وملا عبد العلی لکہنوی بحر العلوم اور مولوی حیدر علی فیض آبادی کا وہ مطلب نہیں ہے جسکو تم نے سمجہا ہے۔ اور اگر تمہارا اور ان لوگوں کا ایک ہی مطلب ہے تو وہ قابل توجہ نہیں ہے۔ بسبب اسکے کہ اُن لوگوں کو علم حدیث میں بالکل ناواقفی ہے۔ ہاں ائمہ دین معتبرین محدثین کی جرح وتنقید البتہ معتبر اور قابل توجہ وخطاب ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ تم اب دوسری تحریر میں یہہ لکہدوگے کہ میرے والد مولوی علی کریم نے بہی جرح کیا ہے۔ تو کیا وہ قابل اعتبار ہو جائیگا؟ کلا واللہ ثم کلا واللہ۔ خیال کرنیکی بات ہے کہ مؤلف ہدایہ جو اعلم الناس فی الفقہ فی عصرہ ہے جب اوسکی تنقید کا اعتبار حدیث میں نہیں کیا گیا تو پہر فلاں فلاں مذکورین کیا شئے ہیں۔ شیخ عبد الحق دہلوی (جنکے کلام سے تم برابر استدلال لاتے ہو) شرح سفر السعادت مطبوعہ کلکتہ صـ۲۹ میں فرماتے ہیں "مصنف ہدایہ رحمہ اللہ در اکثر بنائے کار بر دلیل معقولی نہادہ واگر حدیثے آوردہ خود محدثین خالی از ضعفے نہ۔ غالباً اشتغال وقت آں استاد در علم حدیث کمتر بودہ است انتہی" اور مولوی عبد الحی لکہنوی نے اپنی کتاب آثار المرفوعہ اور دیگر متعدد تالیفمیں اپنے لکہا ہے کہ فقہا جب کسی حدیث کو روایت کریں تو وہ قابل اعتبار نہیں جبتک محدثین اوسکی موافقت نہ کریں۔ پہر جب انکی روایت حدیث کا اعتبار نہیں تو ان کی جرح کا محدثین پر بدرجہ اولی اعتبار نہوگا۔ فافہم۔ اور پہر تم نے ملا محب اللہ بہاری اور ملا عبد العلی کی کتاب کا حوالہ بقید صفحہ کیوں نہیں دیا؟ خاک تم حوالہ کیا دیتے۔ تم نے تو یہ عبارت مولوی عبد اللہ ٹونکی کے حاشیہ شرح نخبہ سے سرقہ کیا ہے اُنہوں نے صـ۲۱ میں بعد نقل کرنے قول ابن الہمام کے لکہا ہے "وقل رضی بہ کثیر من الفحول کالفاضل البہاری وبحر العلوم وغیرہما۔ پہر آگے جو ٹونکی صاحب نے ابن الہمام کے کلام کی تردید کر دیا ہے اوسے ہضم کر گئے۔ دیکہو کہیں بدہضمی نہ ہو جائے؟ (چیز) عربیب اور وہ یہ ہے "ملکہ ملخص کلام قدوۃ المحدثین والفقہاء المتبحرین کمال الدین ابن ہمام باین عبارت میرسد کہ ضرور نیست کہ ہمہ روایت بخاری ومسلم ومانند ایشان واجب القبول باشد زیراکہ در جرح وتعدیل بعضے از رواۃ اختلاف ممکن است۔ ممکن است کہ نزد امام ابو حنیفہ راوی مجروح باشد ونزد شخیں موثق" یعنی ابن ہمام کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ بخاری ومسلم وغیرہ میں جسقدر حدیثیں ہیں سب کا قبول کر لینا ضرور نہیں کسواسطے کہ بعض راویوں کے

معتمد اور غیر معتمد ہونے میں اختلاف ممکن ہے۔ ممکن ہے کہ نزدیک امام ابوحنیفہ کے راوی غیر معتمد ہو اور امام بخاری اور مسلم کے نزدیک معتمد **مجیب** شیخ ابن الہمام کا یہ قول جو آپنے نقل کیا ہے لائق سماعت نہیں ہے بوجہ اسکے کہ یہ محدثین سے نہیں ہیں چنانچہ ابن الہمام کا وہ غلط قول بضاعت من الشاۃ والے کی بابت شیخ عبدالحق وملا علی قاری حنفی نے صاف یہ لکھا تھا لاعبرۃ بقولھم لانھم لیسوا من المحدثین جیسا کہ العرجون صفحہ القدیم میں لکھا گیا ہے۔ اور محدثوں پر فقہاؤں کی جرح غیر مقبول ہونیکی بابت ابھی اوپر بالتفصیل لکھا گیا۔ پس آپ غور سے سنیں کہ شیخ ابن الہمام نے اپنی تحریر و مسلک میں خرق اجماع کیا ہے لہذا وہ قابل قبول نہیں ہے بلکہ منظور فیہ ومتکلم فیہ ہے۔ اور اونکے قول کی تردید کیواسطے انکے شیخ واستاذ حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحریر و تحقیق کافی ہے چنانچہ ابن الہمام کے ہر توہمات وخیالات کا مفصل و معقول جواب انکے اوستاد حافظ ابن حجر رح نے اپنی کتاب مثل شرح نخبۃ الفکر و ہدی الساری مع فتح الباری میں دیا ہے۔ اگر تم کو ابن الہمام کے شاگرد ابن حجر ہونے میں شک ہو تو تم فتح القدیر باب فضل ماء زمزم میں دیکھو کہ ابن الہمام نے کس آداب سے اپنے استاد حافظ ابن حجر رح کا نام لیا ہے۔ پس بمقابلہ کلام حافظ ابن حجر کے ابن الہمام کے کلام کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ اسکے علاوہ صاحب کتاب دراسات اللبیب نے ابن الہمام کے ہر ہر اعتراض کا جواب کافی وشافی ووافی دیا ہے وللہ الحمد افسوس تمکو سمجھائیں کیونکر ؏ آہ سنہ

علم ہے کچھ اور شے عقل ہے کچھ اور چیز
لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

مریب انفرد البخاری بھم اربع مائۃ وخمسۃ وثلاثون رجلا والمتکلم فیہ منھم بالضعف نحو من ثمانین رجلا (نزہۃ النظر) یعنی جو راوی سب مخصوص بخاری کے ساتھ ہیں ۴۳۵ ہیں جن میں سے اسی راوی ضعیف ہیں۔ فقط یہ ۸۰ کی تعداد بخاری کے اُن راویوں کی ہے جو ضعیف ہیں اور دوسرے راوی سب جو اور حیثیتوں سے مجروح ہیں علاوہ اسکے ہیں **مجیب** سبحانک ھذا بہتان عظیم۔ اللہ اکبر اس کذب کی کوئی انتہا بھی ہے؟ تم نے جو حوالہ نزہۃ النظر کا دیا ہے اسکو اوس نزہہ میں کہیں نکال سکتے ہو؟ حالانکہ حافظ ابن حجر کی نزہۃ النظر میں کہیں بر من اولہ الی آخرہ اس عبارت مذکورہ کا پتہ نہیں۔ بلکہ یہ عبارت مولوی عبداللہ ٹونکی کی ہے جسکو انھوں نے حاشیہ شرح نخبہ صفحہ میں شرح الفیہ سے نقل کی ہے اور پھر اونہیں مولوی ٹونکی نے اسی حاشیہ شرح نخبہ صفحہ میں اس کلام کا جواب بھی دراسات اللبیب سے

نقل کیا ہے۔ جسے آپ اندرون شکم کر گئے؟ بہرحال اب اس انتقاد کا جواب ہم سے سنئے علامہ ابوالحسن حنفی سندی ثم المدنی نے شرح شرح نخبۃ الفکر ص۳۵ میں لکھا ہے قلت اجیب عنہ بوجوہ الاول ماجزم بہ الخطیب بان ما احتج بہ البخاری ومسلم من جماعۃ علم الطعن فیہم من غیرہما محمول علی انہ لم یثبت الطعن المفسر عندہما وغیر المفسر لیس بمقدم علے التعدیل الثانی ان یکون الضعف طرء علی الراوی بعد اخذہما کما جزموا فی احمد بن عبد الرحمن بن اخی عبد اللہ بن وھب انہ اختلط بعد الخمسین ومائتین بعد خروج مسلم من مصر وانما اخذ عنہ مسلم قبل ذلک۔ الثالث ان یکون ذلک الحدیث عندہما ثابت بسند اصح الا انہ نازل فلاجل العلو یرویان بسند فیہ من فیہ کلام وائمۃ الفن کان یظہر لہم من القرائن ما یدل علے صدق الراوی مع کونہ مطعونا انتہی یعنی میں کہتا ہوں اس انتقاد کا جواب بہ چند وجوہ ہے اول وہ جو کہ خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ امام بخاری ومسلم نے جن ایسے راویوں سے حجت پکڑا ہے جس میں اوروں نے طعن کیا ہے تو وہ اسبات پر محمول ہے کہ شیخین کے نزدیک ان پر طعن مفسر نہیں ثابت ہوا۔ اور طعن غیر مفسر تعدیل پر مقدم نہیں ہے۔ دویم یہ کہ ضعف طاری ہوا ہو راوی پر بعد روایت یعنے شیخین کے اُنسے یہ جیسا کہ لوگوں نے احمد بن عبد الرحمن جو بھتیجے ہیں عبد اللہ بن وہب کے اُنکی بابت کہا ہے کہ وہ مختلط ہوئے تہے بعد ۲۵۰ھ کے بعد چلے جانے امام مسلم کے مصر سے اور سوا اسکے نہیں کہ امام مسلم نے ان سے قبل اختلاط روایت لیا تہا۔ سوم یہ کہ وہ روایت (مطعون علیہا) شیخین کے نزدیک گو اس سے بہی زیادہ سند صحیح سے ثابت ہو لیکن وہ (بوجہ کثرۃ واسطے کے اوسکی سند) نازل ہو۔ پس شیخین نے بہ خیال سند عالی ایسے شخص سے روایت کیا ہو جس میں کچھ کلام ہے (اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اسلئے کہ اصل تقدیم ازروی مرتبہ کے سند عالی کو ہے) اب وجہ بیان کرتے ہیں) اس لئے کہ ائمہ فن کو وہ قرینے معلوم رہتے ہیں جو راوی کی صداقت پر باوجود متکلم فیہ ہونے کے دلالت کرتے ہوں۔ دیکہو علامہ ابوالحسن حنفی نے کیسا فیصلہ کر دیا۔ اور تم کو جواب عالم حنفی سے ملگیا۔ اب تبلاؤ تسکین ہوئی یا نہیں؟ اور بہی سنو۔ کتاب دراسات اللبیب ص۲۷۶ میں ہے اجابوا عن ذلک بما لجعلوہ ھباء منثورا حتی حکم المتقنون حکما کلیا علے ما نقل السیوطی عن النووی فی شرح البخاری ان کل ما ضعف عن احادیثہما نہو مبنی علے علل لیست بقادحۃ وحکموا کلیا ان کل ما فیہما من الانقطاع والتدلیس فی الظاہر فلیس ذلک بہ فی الحقیقۃ۔ وقد

صنف فی تفصیل الردو الجواب عن حدیث حدیث اجزاء - قال السیوطی وقد الف الرشید العطار کتابا فی الرد والجواب حدیثا حدیثا - وقال العراقی قد افردت کتابا لما تکلم فیه من احادیث الصحیحین او احدھما مع الجواب عنه - وقد سرد شیخ الاسلام ما فی البخاری من الاحادیث المتکلم فیها فی مقدمۃ شرحه واجاب عنها حدیثا حدیثا انتہی یعنی جنھوں نے صحیحین پر جرح کیا ہے محدثین نے اونکے ایسے جوابات دیے ہیں کہ اُن اعتراضوں کو پراگندہ غبار کر دیا ہے یہانتک کہ معتبر لوگوں نے بالکلیہ یہ حکم لگا دیا ہے جسکو سیوطی نے نووی سے شرح بخاری میں نقل کیا ہے کہ صحیحین کی جتنی حدیثیں ضعیف کی گئی ہیں وہ ایسی علتوں پر مبنی ہیں جس سے کوئی جرح نہیں واقع ہوتا - اور اُن معتبروں نے یہ حکم بھی بالکلیہ لگایا ہے کہ صحیحین میں جتنی حدیثوں میں انقطاع اور تدلیس ظاہر میں معلوم ہوتا ہے حقیقت میں ایسا نہیں ہے - اور تحقیق کہ تصنیف کئے گئے بہت سے رسالے رد اور جواب جرح میں ہر ہر حدیث کیطرف سے - اور سیوطی نے کہا کہ رشید عطار نے ہر ہر حدیث پر جو جرح ہیں اوسکے رد اور جواب میں ایک کتاب تصنیف کر ڈالا ہے - اور عراقی نے کہا میں نے ایک کتاب لکھی ہے صحیحین یا صرف بخاری کے اُن حدیثوں کی بابت جن پر جرح کی گئی ہے اور ہم نے اوسکا خوب خوب جواب دیا ہے - اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اپنی شرح کے مقدمہ (ہدی الساری) میں بخاری کی اُن حدیثوں کی طرف سے جواب دیا ہے جنپر کلام کیا گیا ہے - ایک ایک حدیث کی طرف سے انتہی - آپ تبلاؤ میاں مشتہر صاحب! تمہارے قلت علمی کی اس سے بڑھکر اور کوئی دلیل ہوسکتی ہے؟ اگر اسکا کوئی جواب تمہارے پاس ہے تو لاؤ پیش کرو - ورنہ ہماری جوانی ہیبتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لو سن لو۔

نہ خنجر اوٹھے گا نہ تلوار اُن سے		وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مریب پس اے ہمارے حنفی بھائیو! **مجیب** یہاں پر آپنے تمام حنفیوں کو دھوکہ دیا ہے۔ کیا آپ حنفی ہیں؟ نہیں نہیں! ارے بھائی کیوں؟ اس وجہ سے کہ کسی حنفی محقق نے بخاری کے اصح الکتب ہونے پر اعتراض نہیں کیا۔ آخر ہیں کیا؟ شیعہ! کس وجہ سے؟ بابو حسن علی خانصاحب شیعہ کے لنگوٹیا یار ہونے کی وجہ سے! آخر یہ مضمون کس کی مدد سے تیار ہوتا ہے؟ انہیں خانصاحب کیوجہ سے جو کسی زمانہ میں زمیندار اور رئیس محلہ سلطان گنج کے شمار کئے جاتے تھے۔ اور اب زمانہ کی گردش سے

فضول خرچی میں مفلوک الحال ہوکر بزرگان دین اور اُن کی کتابوں پر طعن و تشنیع کرنیکا شیوہ اختیار کیاہے! - ارے مولوی عمر کریم کیونکر پھنسے ؟ چھوٹے بھائے تھے اُس نے اپنے دام میں لالکر اُنکو آڑھ میں کھڑا کرکے بے شغلی کا شغل نکالاہے! اوہو! ٹھیک ہے ؎

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں	کوئی محبوب ہے اِس پردۂ زنگاری میں

مریب- دیکھیئے کہ بخاری میں نماز میں زور سے آمین کہنی اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنی حدیث میں موجود ہے **مجیب** شاباش! تم نے اتنا تو تسلیم کرلیا کہ بخاری میں زور سے آمین کہنے کی اور قراۃ خلف الامام کی حدیث موجود ہے۔ ورنہ تمہاری حواری تو اسقدر بھی نہیں تسلیم کرتے **حنفیت کے مدعیو**!! ذرا غور سے اس عبارت کو دیکھنا **مریب** مگر حنفی مذہب میں چونکہ وہ حدیث قرآن کے خلاف ہے اسواسطے قبول نہیں کیگئی **مجیب** تو شاید حنفی مذہب کا قرآن اور ہوگا جو امام قشیری کی صندوق میں بند ہوگا سمندر کے نیچے (شرم) ارے میاں! اللہ سے ڈرو۔ ایسی جرأت و بیباکی و دریدہ دہنی پر غضب الہی نازل ہوتاہے۔ جب تم نے آمین بالجہر کو خلاف حکم قرآن کے ٹہرایاہے تو تمہارے نزدیک سارے ائمہ مالک و شافعی و احمد بن حنبل و ساری محدثین جو آمین بالجہر کے قائل تھے مخالف قرآن شریف کے ہوئے نعوذ باللہ من ذلک اگر تمہارا حنفی مذہب قرآن کے مطابق ہے تو یہ تبلاؤ کہ اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف میں فرماتاہے اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الایۃ جس سے شہر اور دیہات سب جگہ میں فرضیت نماز جمعہ کی ثابت ہوئی۔ اب دیہات میں جمعہ نہ پڑھنا خلاف قرآن شریف ہے یا نہیں ع ایسی برتے پر تتاپانی! **مریب** کسواسطے کہ حنفی مذہب میں بخاری کا درجہ قرآن سے زیادہ نہیں سمجھاتاہے **مجیب** کیسی بہکی بہکی باتیں ہیں۔ اجی جناب! آپنے کس مذہب کی کتاب میں دیکھاہے کہ بخاری کا درجہ قرآن سے زیادہ ہے۔ یہ سفید جھوٹ نہیں تو کیاہے؟ میں تو یہ کہہ رہاہوں کہ تمام مذہب والے بخاری شریف کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہتے ہیں بس جب قید بعدیت کی ہے تو مثلیت بھی نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ تزاید ہو۔ ع - پڑیں پتھر سمجھ ایسی پہ وہ سمجھے تو کیا سمجھے + **مریب** بس اگر مذہب حنفی میں بخاری کی سب حدیثیں واجب العمل ہوتیں تو نماز میں زور سے آمین کہنا اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنا بھی جائز ہوتا **مجیب** جائز کیا بلکہ سنت ہے ابھی تک آپکو حدیث کی تعریف بھی نہیں معلوم ہے! بخاری کی حدیثیں کیا معنی؟ اجی حدیث تو رسول

سلام علیہ کی ہوتی ہے نہ بخاری کی۔ اگر آپکو بخاری سے ضد ہے تو اور حدیثوں کی کتابوں سے تو ضد نہیں بس
دوسری کتابوں میں جو آمین بالجہر وغیرہ کی حدیثیں صحیح اور واجب العمل موجود ہیں اونپر کیوں نہیں عمل کرتے؟
اصل تو یہ ہے کہ سرے سے آپکو حدیث ہی سے انکار ہے باقی یہ سب بہانے ہیں۔ ع۔ خوئے بد را بہانہ بسیار
عجیب اور حالانکہ حنفی فقہ میں یہ دونوں باتیں منع ہیں **مجیب** بالکل غلط کہتے ہو اور فقہاؤں پر بھی
اتہام دہرتے ہو اگر ہم عدم منع کو فقہ سے ثابت کر دیں تو تمہاری کیا ناک رہے گی۔ سنو اور غور سے آمین
بالجہر کے متعلق امام ابن الہمام حنفی فتح القدیر شرح ہدایہ (جو فقہ کی معتبر کتاب ہے اوس) میں لکھتے ہیں ولو کان الی
فی ہذا شئی لوفقت بان رہ وایۃ الخفض یراد بہا عدم القرع العنیف ورو ایۃ الجہر بمعنے
قولہا فی زیر الصوت وذیلہا اھ یعنی اگر اسکا فیصلہ میرے سپرد کر دیا جاوے تو میں یوں مطابقت
دوں گا کہ آہستہ کہنے کی روایت سے مراد یہ ہے کہ کڑک سخت نہو اور روایت جہر کی معنی کہنا آمین کے بیچ
نرم آواز و ذیل اوسکے۔ کیوں جناب! آپ تو کہتے تھے کہ منع ہے اس سے بھی تصریح سے سننا چاہیں تو سنیں
طحطاوی حاشیہ درمختار (جو فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے اُس) میں ہے فعلے ہذا سنۃ الاتیان بہا تحصل ولو
مع الجہر اھ یعنی پس سنت اس بناپر آمین کہنے کی حاصل ہوتی ہے اگرچہ ساتھ آواز بلند کے ہو۔ اور اس سے
بہی صاف لفظوں میں سنئے مولانا عبد الحی حنفی مرحوم تعلیق الممجد حاشیہ موطا امام محمد (جو بہی فقہ حنفی کی
معتبر کتاب ہے اُس) میں لکھتے ہیں والانصاف ان الجہر قوی من حیث الدلیل اھ یعنی انصاف
یہ ہے کہ آمین با آواز بلند کہنا قوی ہے باعتبار دلیل کے۔ اور وہی مولانا ممدوح سعایہ میں لکھتے ہیں فوجدنا
بعد التامل والامعان القول بالجہر بامین ھو الاصح۔ یعنی ہم نے بعد تامل اور غور و فکر کے آمین کو
زور سے کہنے ہی کو صحیح پایا۔ کہاں گئے مشتہر صاحب! فقہ کی ان عبارتوں کو غور سے دیکھو اور اگر حدیث پر
عمل کرنے سے ضد ہے تو اس فقہ کی عبارت پر چلو۔ ورنہ معلوم ہوجائیگا کہ محض زبانی جمع خرچ ہے۔ ایسا ہی
قرأۃ فاتحہ خلف الامام کی بابت بہی فقہا کی راے گوش گذار کرو۔ ہدایہ (جس سے معتبر فقہ میں کوئی کتاب ہی نہیں)
جلد اول صلہ میں ہے ویستحسن علے سبیل الاحتیاط فیما یروی عن محمد رح انتہی۔ یعنی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ
کا پڑہنا ہی بہتر ہے احتیاطًا۔ جیسا کہ امام محمد سے مروی ہے۔ اور سنو۔ مجتبیٰ شرح قدوری (جو فقہ حنفی کی کتاب ہے
اُس) میں ہے فی شرح الکافی للبزدوی ان القرأۃ خلف الامام حسن عند محمد رح۔ یعنی بزدوی

کی شرح کافی میں ہے کہ امام محمد کے نزدیک امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑہنا بہتر ہے - ایسا ہی مولانا عبدالحی حنفی مرحوم عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ (جو فقہ کی معتبر کتاب ہے اوس) میں لکھتے ہیں وعلی ھذا فلا یستنکر استحسانہا فی الجھریۃ ایضا یعنی بنابراین جہریہ نمازوں میں امام کے پیچھے الحمد پڑہنے کے بہتر ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا - اور ملاجیون حنفی نے تفسیر احمدی میں لکھا ہے فان رایت الطائفۃ الصوفیۃ والمشائخین الحنفیۃ تراھم یستحسنون قراءۃ الفاتحۃ للمؤتم کما استحسنہ محمد ایضا الخ یعنی پس اگر دیکھے تو گروہ صوفیہ اور مشائخین حنفیہ کو دیکھے گا تو اون کو کہ اچھا جانتے ہیں پڑہنا سورہ فاتحہ کا واسطے مقتدی کے جیسا کہ بہتر جانا سورہ فاتحہ پڑہنے کو امام محمد نے بھی - اور حضرت مخدوم شرف الدین بہاری (جنکو تم پیغمبر کے درجہ میں سمجھتے ہو اون) کے ملفوظات مسمی بہ خوان پرنعمت میں ہے ازیں جا بعض بیچارہ عرشندا کہ قرات فاتحہ خلف الامام مقتدی را وعید است آنجا چہ کند فرمود قرأۃ فاتحہ بکند و مشائخ ہم می خوانند الخ -

ایسا ہی مرزا مظہر جانجاناں رح بھی قرأۃ فاتحہ خلف الامام کو قوی کہتے تہے دیکہو ابجد العلوم - الغرض اہلحدیث کی جسقدر مسائل ہیں سب علاوہ حدیث صحیح صریح کے فقہ سے بھی ثابت ہیں لیکن تم احناف کا کسی پر بھی عمل نہیں - اب کس منہ سے کہہ سکتے ہو کہ حنفی فقہ میں یہ دونوں باتیں منع ہیں - کیا جانتے نہیں مقابلہ کس سے ہے ؟ ع

پھونکدوں گا آہ سوزاں سے	.	دعی مجھکو کیا سمجھتے ہیں

مریب اور اس امر کا بھی یقین کیجئے گا کہ کتاب بخاری صحیح مجرد ہرگز نہیں ہے بلکہ اس میں ضعیف اور منسوخ اور موضوع سب ہی قسم کی حدثیں موجود ہیں **مجیب** یہاں تو آپنے اپنی ہشیل ڈیوٹی (اغوا) کو کماحقہ انجام دیا - اللہ اکبر صحیح بخاری ! اور اُسمیں ضعیف و موضوع حدثیں ! تکاد السموات یتفطرن و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا - جب تم نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کو خدا قرار دیا بزرگان دین اولیاء کاملین کا درجہ مثل پیغمبروں کے مانا قبر پرستی کو اپنا دین بنایا تعزیہ پرستی کو اپنا شعار گردانا رفض کو اپنا مذہب سمجھا تو تم کو امام بخاری و صحیح بخاری کی اہانت کرنے میں کیا پرواہ ہے - ہم کو اندیشہ ہے کہ کہیں تمہاری یہ آزادی (اوپر سے دعوی تقلید کا) ترقی کرتی ہوئی دہریت تک نہ پہونچا دے اور خطرہ ہے کہ جس طرح صحیح بخاری کی شان میں کلمات بیہودہ لکھکر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہو اسی طرح کہیں آیات قرآنیہ کی شان میں بھی دریدہ دہنی کر کے اپنے نامۂ

اعمال کو سیاہ نکرو۔ افسوس کہ ان مبتدعین کا سنت مطہرہ و احادیث نبویہ پر اسقدر بیجا حملہ ہے۔ اور پہر آپکی امت میں ہونیکا دعوی؟ گہبراؤ مت۔ تہوڑا صبر کرو۔ یوم الدین قریب ہے۔ اور خدائے دیّان دیکہہ رہا ہے اوسیروز حقیقت کہلیگی جبکہ ؎ کہلینگے دفتر شکایت کے واں پر ادہر ہمارے اودہر تمہارے + اب آپکی حقیقت بہی معلوم ہوگئی کہ

پہرے زمانہ پہرے آسمان ہوا پہر جائے		تم نہ پہرو اُن باتوں سے تمسے گو خدا پہر جائے

مریب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہی آدمی تہے یہ عقیدہ رکہنا کہ اُن سے تمام کتاب بخاری میں کہیں بہول چوک ہوہی نہیں اسی کا نام شرک فی الرسالۃ ہے **مجیب** بیشک امام الائمہ محمد بن اسمٰعیل البخاری افراد بشر میں ہیں۔ اور خطا و نسیان سے معصوم نہیں ہیں بلکہ اُنسے خطا و نسیان ممکن ہے۔ اور ایک شخص بہی اہل حدیث میں سے اونکو معصوم نہیں جانتا۔ مگر یہ تو خیال کرو کہ جب امام بخاری نے سولہ سال کی جانفشانی میں محنت و مشقت سے چار ہزار حدیثوں کو علاوہ تعلیقات و شواہدات و متابعات و مکررات کے چہ لاکہہ حدیثوں سے انتخاب کیا۔ اور تمامی عمر اوسکی تنقید و تحقیق و تہذیب میں مصروف رہے اور پہر سارے ائمہ عصر نے اُسکے ساتھ اتفاق کیا اور انکی تحقیق و تنقید کو تسلیم کیا تو بیشک عقل سلیم و فہم مستقیم یہی فتوی دیتی ہے کہ اب یہ کتاب مبارک اصح الکتب بعد القرآن عیوب سے پاک ہے اور اس میں بہول چوک نہیں ہے۔ وللہ الحمد۔ ہاں شرک فی الرسالۃ کی ایک ہی کہی۔ اپنی بلا دوسرے کی گردن پر۔ اے جناب! شرک فی الرسالۃ تو تقلید ہے۔ کیا آپنے عرب کے اس مشہور جملے کو بہی نہیں سنا التقلید شرک الشرک یعنی تقلید شرک کا تسمہ ہے۔ کچہہ نہیں تو آپ مسلم کے ان اشعار کو سن لیں ؎

جہاں خود سید کونین کی موجود سنت ہے	.	وہاں غیروں کے قول و رای پر چلنا ضلالت ہے
رسول اللہ کے ساتھ اوس مقلد کو بغاوت ہے		نہیں وہ اہل سنت! بلکہ مشرک فی الرسالۃ ہے
	اگرچہ صورت اپنی اہل سنت کی بنائی ہے	

مریب بس جو حدیثیں بعد دو سو برس کے انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ڈیڑھ سو برس کے بعد امام ابو حنیفہ سے شرائط امام بخاری پر جمع کی گئی ہوں اوسکی پابندی امام ابو حنیفہ کو کیونکر ہو سکتی ہے **مجیب** امام بخاری کے شرائط تو یہی ہیں کہ راوی حافظ ثقہ متقن ورع ہو اور وہ سند اعلال و شذوذ و انقطاع وغیرہا سے خالی ہو بس یقیناً امام ابو حنیفہ رح کو بہی ان شرائط سے اختلاف نہیں ہے اگر تم کو لیاقت ہے اور تم کو

.... مل سکے تو فرح اصول بزدوی کو دیکھو بلکہ ہم کو تو یقین ہے کہ کسی اہل علم کو ایسے شرائط سے اختلاف ہوگا۔ پس ایسے شرائط کی پابندی تو اہل علم پر بطور لزوم کے ہے مگر تم بسبب اپنے جہل کے جو چاہو کو وہ لائق التفات نہیں ہے۔ اور چونکہ امام ابوحنیفہؒ کو اشتغال تدوین احادیث کی طرف کمتر بلکہ اقل قلیل رہا اور نوبت رحلت وسفر کی نہیں آئی تو پھر اُن کو احادیث صحیحہ صرف کوفہ ہی میں کتنی ملتی۔ اس سبب سے امام محمد نے مدینہ منورہ جا کر امام مالک سے حدیث روایت اور اخذ کیا۔ چونکہ تم خود امام ابوحنیفہ کے ذکر کو چھیڑتے ہو اسلئے ہمکو مجبوراً کچھ لکھنا پڑتا ہے۔ پھر تمہارے بھائی اڈیٹر اہل فقہ کو برا لگتا ہے کہ ہمارے امام صاحب کی کسرشان ہوئی باقی اپنے ماقبل ومابعد کے مزخرفات کا جواب صراط مستقیم میں لکھیں۔ مریب چند احادیث بخاری کی جو کلام حق یعنی قرآن شریف کے خلاف ہیں حدیث اول المیت یعذب ببکاء الحی یعنی مردہ پر زندہ کے رونے سے عذاب ہوتا ہے بخاری جلد اول مطبوعہ احمدی صفحہ ۱۷۲ باب مایکرہ من النیاحۃ۔ یہ حدیث ان چار آیت قرآن کے جو کلام حق ہے خلاف ہے۔ آیت اول لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ ترجمہ نہ اُٹھاوے گا کوئی اُٹھانیوالا بوجھ دوسرے کا۔ سورہ انعام رکوع آخر۔ آیت دوم من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ ترجمہ جس کسی نے کیا برابر ننھی چونٹی کے برا کام دیکھے گا بدلا اُسکا اُسکے برابر تول کے۔ پارہ عم۔ آیت سوم وان لیس للانسان الا ما سعی ترجمہ اور یہ کہ نہیں ہے آدمی کیواسطے مگر اتنا جتنا اُس نے کوشش کی۔ سورہ نجم۔ آیت چہارم لتجزی کل نفس بما تسعی۔ یعنی قیامت آنیوالی ہے چاہتا ہوں چھپا رکھوں تاکہ بدلہ دیا جاوے ہر شخص اپنی محنت کا **مجیب**

وکم من عائب قولا صحیحا	.	وآفتہ من الفہم السقیم

یہاں پر تم نے لاتقربوا الصلوۃ والی مثل کو سچ کر دکھایا۔ کاش تم ایک ورق اولٹ کر ۱۷۱ صفحہ کو دیکھ لیتے تو ہرگز یہ نہ لکھتے یا عمداً تم نے حق پوشی کی ہے۔ سنو اور غور سے سنو۔ امام بخاری نے خود اس اعتراض کو کرکے جواب دیدیا ہے چنانچہ اُنکے باب مع ترجمہ کی عبارت کو سنئے لکھتے ہیں باب قول النبی صلعم یعذب المیت ببعض بکاء اہلہ علیہ اذا کان النوح من سنتہ لقول اللہ تعالیٰ قوا انفسکم واہلیکم نارا وقال النبی صلعم کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فاذا لم یکن من سنتہ فہو کما قالت عائشۃ ولا تزر وازرۃ وزر اخری وھو کقولہ وان تدع مثقلۃ الی حملہا

لا يحمل منه شئ (الى قوله) وقال النبى صلعم لا تقتل نفس ظلما الا كان على ابن آدم الاول
كفل من دمها وذلك لانه اول من سن القتل انتہى - یعنی یہ باب ہے فرمان میں آنحضرت صلعم کے کہ
مردہ عذاب کیا جاتا ہے بوجہ بعض رونے والوں اہل اُس مردہ کے اوس میت پر (اب امام بخاری فرماتے ہیں)
جبکہ نوحہ مردہ کے طریقہ سے ہو (یعنی اُس میت کی زندگی میں یہ عادت جاری رہی ہو اور مرتے وقت اُس سے اُس نے
منع نہیں کیا ہو تو گویا یہ اُسکا مقرر کردہ طریقہ ہوا اور اس نے اپنی اور اہل و عیال کی دوزخ کی آگ سے نگہداشت نہیں
کی حالانکہ خدا کا حکم یہ ہے جسکو ذیل میں ذکر کرتے ہیں) بوجہ فرمانے اللہ تعالیٰ کے (اے لوگو) بچاؤ تم اپنے کو اور
اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے (ورنہ قیامت کے روز تم سے ہر باتوں سے سوال ہوگا اور اس سے
بھی پوچھے جاؤ گے کہ تم نے اونکو نوحہ سے کیوں نہیں روکا کیونکہ) فرمایا آنحضرت صلعم نے کل تمہارا نگہبان ہے
اور (قیامت کے روز) اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جاویگا (اسی وجہ سے اوسکو قبر میں عذاب ہوگا)
پس جب نوحہ اوسکے طریقہ سے نہو (تو اوسکو عذاب نہوگا) جیسا کہ فرمایا حضرت عائشہ نے (قول اللہ تعالیٰ کا) کہ نہ
اوٹھاویگا کوئی اُٹھانے والا بوجھ دوسرے کا (اور جیسا حضرت عائشہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے ویسا ہی
استدلال اس آیت سے بھی ہوتا ہے کہ) اگر بیکارے کوئی بوجھوں سے دبا ہوا کسیکو اپنے گناہ کا بوجھ اٹھانے
کو نہیں اٹھایا جاویگا اُس سے کچھ (اب امام بخاری تمثیلاً حضرت کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ) اور فرمایا آن
حضرت صلعم نے نہیں قتل کیا جاتا ہے کوئی جان ظلم سے مگر آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) پر ایک حصہ اُسکے خون
سے ہوتا ہے کیونکہ پہلے پہل قتل کا طریقہ (رواج) اوسی نے نکالا (اسی طرح سے جس شخص کی رواج سے
میت پر نوحہ کرتا ہے اوسکو ضرور عذاب ہوگا - والا فلا - پس مراد امام بخاری کی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی غیر
(زندہ) کے فعل کیوجہ سے عذاب نہیں کیا جاویگا جب تک اُس شخص کے لئے اس فعل میں کچھ سبب ہو)
کہاں گئے حضرت مشتہر صاحب! دیکھئے امام بخاری نے خود آپکے اعتراض کو نقل کرکے اوسکا جواب دیدیا ہے
اور خود بتلا دیا کہ حدیث کا یہ مطلب ہے اسوجہ سے قرآن شریف کے خلاف نہیں - اللہ رے
اجتہاد! اور اوسکو یہ کور باطن نہیں دیکھتے - اجی حضرت! ؎

بس اگ نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا		ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا

مریب: افسوس کہ ایسی ایسی بے بنیاد اور بے سروپا حدیثوں نے اسلام کے نورانی چہرہ پر ایک

بد نما داغ پیدا کر دیا ہے عجیب ان دنوں جسطرح آریوں اور عیسائیوں کا حملہ قرآن شریف پر ہو رہا ہے ویسا ہی تمہارا حملہ احادیث صحیحہ ثابتہ پر ہے۔ تم کو یہ نہیں علوم کہ ایمان کے دو جزو ہیں ایک تو خدائے وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لانا۔ دوسری محمد رسول اللہ صلعم پر۔ خدا کے ایمان کے مقابلہ میں تم نے قبر پرستی کو سنت قرار دیا جس سے توحید کے منکر ہوے۔ اور احادیث صحیحہ ثابتہ کی شان میں یہ گستاخی و دریدہ دہنی کیا کہ اوسکو اسلام کا داغ دینے والا قرار دیا جس سے انکار اقوال رسول اللہ ہوا۔ اب بتلاؤ کہ تمہارے پاس کون سا اسلام ہے؟ اور جب صحاح ستہ رخصت ہوئی تب تم صحیح حدیث کہاں سے لاؤ گے جسکا یہی نتیجہ ہوگا کہ احادیث کا وجود ہی غائب ہوا اور آنحضرت صلعم کے احکام درہم و برہم ہو جاویں۔ پہر تو ایمان کا کوئی جزو بھی باقی نہیں رہا۔ اب یہ تبلاؤ کہ تمہارے پاس تمہاری نجات کے لئے کیا رہا۔ ؏ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا ؎ تف ہے تمہاری ایسی سمجھ پر کہ حدیث شریف جو کہ قول ہے آنحضرت صلعم کا اُسی نے اسلام کے چہرہ پر داغ پیدا کر دیا تو گویا (نعوذ باللہ) خود آنحضرت صلعم نے اسلام کے چہرہ کو بد نما کر دیا اور حالانکہ آپنے اسلام کے مطلع حقیقت سے گرد و غبار کو دور کر کے اُسکے چہرہ کا نکھرا رنگ دکھلایا۔ افسوس کہ ایسی اُلٹی سمجھ والوں نے اسلام کے پر فضا اور خوش منظر باغوں میں خزاں بنکر ستیاناس کر ڈالا انا للہ و انا الیہ راجعون مریب حدیث دوئم باب جہر الامام بالتامین وقال عطاء امین ابن الزبیر ومن وراءہ حتی ان للمسجد للجۃ ترجمہ یہ باب امام کے زور سے آمین کہنے کا ہے اور کہا عطاء نے کہ آمین کہا حضرت ابن زبیر نے اور اُن لوگوں نے جو اُنکے پیچھے تہے یہانتک کہ مسجد میں آواز بلند ہو گئی۔ بخاری مطبوعہ احمدی جلد ا صفحہ ۱۰۷۔ یہ حدیث قرآن شریف کے جو کلام حق ہے خلاف ہے۔ یعنی قرآن شریف میں حکم آمین آہستہ کہنے کا ہے۔ اور یہ حکم دو آیتوں کے ملانے سے نکلتا ہے آیت اول قد اجیبت دعوتکما۔ ترجمہ تحقیق کہ تم دونوں کی دعا قبول کی گئی۔ سورہ یونس رکوع ۹ یہ خطاب اللہ تعالیٰ کا طرف حضرت موسی اور ہارون کے ہے جسوقت وہ دونوں دعا کرتے تہے مفسرین نے اسکی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ حضرت موسے علیہ السلام دعا کرتے اور حضرت ہارون آمین کہتے تہے پس اللہ تعالی نے آمین کہنے کو بھی دعا قرار دیا اور یہ فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔ پس اس آیت سے آمین کا دعا ہونا ثابت ہوا عجیب امام بخاری نے جس اثر کو نقل کیا ہے وہ اور آمین بالجہر کی جسقدر احادیث ہوں کوئی بھی قرآن کے خلاف نہیں اسلئے کہ جس آیت کو آپنے نقل کیا ہے اُسکا وہ شان نزول جسکو آپنے لکہا ہے

اُس میں آمین پر دعا کا اطلاق تغلیباً ہے اور علاوہ اسکے آپکو اُسکا شان نزول کتب حنفیہ سے لانا چاہیئے
آپکو کتب محدثین سے کیا سروکار۔ خیر قطع نظر اسکے جو روایت ابن مردویہ کی آپنے نقل کیا ہے وہ صحیح سند سے ثابت
نہیں۔ حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ من اللہ الاکبر اپنی شرح فتح الباری (مصری جلد دوم کے صفحہ ۲۱۶) میں لکھتے ہیں
قولہ تعالیٰ قد اجیبت دعوتکما وکان موسیٰ داعیا وھارون مؤمنا کما رواہ ابن مردویہ
من حدیث انس (الیٰ قولہ) ان الحدیث فی الاصل لم یصح انتھیٰ یعنی ابن مردویہ نے انس کی روایت
سے اللہ تعالیٰ کے قول قد اجیبت دعوتکما کے شان نزول میں جو یہ روایت کیا ہے کہ موسیٰ دعا کرتے
تھے اور ہارون آمین کہتے تھے درحقیقت یہ حدیث بسند صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ اور جب اسکا ثبوت صحیح نہیں تو پایۂ
اعتبار سے ساقط ہوئی۔ پس جب آپکے دعوے کی دلیل ساقط ٹھری تو اس سے آپکا استدلال کہ آمین دعا ہے
ساقط ہوا۔ علاوہ بریں آمین کو دعا کہنا نحو و لغت و شرع سب کے خلاف ہے اس لئے کہ اہل لغت کے نزدیک
آمین اسم فعل معنی میں امر حاضر استجب کے ہے یعنی قبول کر۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ آمین امر حاضر ہے تو
ثابت ہوا کہ آمین دعا نہیں بلکہ دعا اسکا لازم معنی ہے فافہم ھذا امر ذلک اور شرع میں آمین کو ختم
دعا یعنی مہر دعا قرار دیا گیا ہے چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ آنحضرت صلعم ایکدفعہ باہر تشریف لیجاتے تھے رستے میں
ایک شخص کو دیکھا کہ بالحاح دعا مانگ رہا ہے آپنے فرمایا ان ختم بامین فقد اوجب یعنی اگر اُس شخص نے
یہ دعا آمین پر ختم کی تو واجب ہی کر لی جس سے معلوم ہوا کہ آمین خود دعا نہیں بلکہ مہر دعا ہے اور یہ
ظاہر ہے کہ جس شے پر مہر کی جاتی ہے وہ اور ہوتی ہے اور مہر شے دوسری۔ ورنہ لازم آئیگا اتحاد ختم اور
ختم لہ کا۔ وہو ممنوع۔ بہرحال تحقیق کی نظر سے دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ آمین کو دعا کہنا غلط و باطل ہے
۶۔ اگر اب بھی نہ تم سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے ہمریب اور حدیث مذکور میں امام بخاری رہ نے بھی آمین کو
دعا ہی قرار دیا ہے جیسا کہ کہا ہے قال عطاء آمین دعاء۔ یعنی کہا عطا نے کہ آمین دعا ہی مجیب امام
بخاری نے صرف عطاء کا قول نقل کر دیا ہے اس سے امام بخاری کا مسلک نہیں معلوم ہوا کہ اُنکا بھی یہی مسلک
ہے کہ آمین دعا ہے۔ اچھا اگر ثابت بھی ہو جائے کہ آمین دعا ہے اور امام بخاری کا بھی یہی مسلک ہو تو دعا کے
آہستہ کہنے کی کوئی دلیل قرآن سے ہونی چاہیئے نیز حدیث سے۔ کیونکہ حدیث نبوی سے بڑھکر
معتبر تفسیر قرآن کی کوئی نہیں ہے پس اگر آہستہ ہی کہنا بسند صحیح ثابت ہو جائے تو اسی کو اپنا عمل درآمد
بنانا چاہیئے۔ ورنہ جہاں جہاں دعا و اذکار میں جہر ثابت ہے اُسکو جہر سے ادا کرنا ہوگا اور جس جس جگہ سر ثابت

ہواوسکو آہستہ کہنا ہوگا۔ خود حنفیہ بھی اکثر دعاء کو بالجہر پڑھتے ہیں جسکی تفصیل آگے آئی ہے اس میں جو اونکا جواب ہوگا وہی ہمارا بھی۔ کما سیجئی ۔ع۔ بپایاں آمد این دفتر حکایت ہمچناں باقی ◆

مریب آیت دوم ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ ○ ترجمہ دعا مانگو پروردگار سے اپنے روکر پوشیدہ سورہ اعراف رکوع ۶۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ دعا آہستہ مانگنا چاہئے۔ عجیب کاش آپ اگر آیت کا صحیح ترجمہ کرتے تو خود اوسی آیت سے آمین کے زور سے کہنے کا ثبوت ہوجاتا (بشرطیکہ آمین کو دعا مان لیا جاوے) سنئے تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۹۲ میں ہے اخرج ابو الشیخ عن قتادۃ قال التضرع علانیۃ والخفیۃ سراً اور تفسیر جلالین (جو درسی کتاب ہے اوسکے) صفحہ ۱۳۰ جلد ۱ مطبوعہ مصر میں تحت قول اللہ تعالیٰ تدعونہ تضرعاً وخفیۃ کے لکھا ہے تضرعاً علانیۃ وخفیۃ سراً۔ خلاصہ ہر دو تفسیر کا یہ ہوا کہ آیت میں تضرعاً کے معنی زور سے اور خفیۃ کے معنی آہستہ ہیں مطلب یہ ہوا کہ پکارو اپنے رب کو زور سے بھی اور آہستہ بھی۔ پس دعاء کا زور سے مانگنا اور آہستہ مانگنا دونوں ثابت ہوا۔ اگر آپ قول قتادہ وتفسیر منقولہ از جلالین کو نہ مانیں تو سنئے میں ایسا قول اور ایسے شخص کا آپکو سناتا ہوں کہ اگر نہ مانیں تو ..... ہوجاویں۔ اونسے مراد ہمارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں جو آنحضرت صلعم کے چچیرے بھائی اور مفسر قرآن ہیں۔ اور یہ وہ شخص ہیں کہ آنحضرت صلعم نے انکے حق میں انکے سر پر ہاتھ رکھکر یہ دعاء فرمائی ہے۔ اللھم فقھہ فی القرآن یعنی اے خدا تو اس ابن عباس کو قرآن میں سمجھ دے۔ اب ابن عباس جو قرآن مجید کی تفسیر کریں گے وہ بوجہ دعاء آنحضرت صلعم کے خدا کی طرف سے دی ہوئی تفسیر ہوگی۔ وہ تفسیر عباسی میں لکھتے ہیں ادعوا ربکم تضرعاً علانیۃ وخفیۃ سراً یعنی اپنے رب کو پکارو زور سے اور آہستہ (دیکھو تفسیر عباسی برحاشیہ تفسیر در منثور جلد دوم صفحہ ۱۰۰ وبرحاشیہ قرآن مجید مطبوعہ احمدی (ہند) صفحہ ۲۲۳) بس جب قرآن کی آیت کا یہ مطلب ہوا کہ دعا زور سے اور آہستہ دونوں طریق سے کہہ سکتے ہیں تو امام بخاری کا زور سے آمین کہنے کا باب باندھنا اور اسی کے مطابق آثار وحدیث لانا ایکو بھی قرآن شریف کے خلاف ہوا لیکہ اوس آیت کریمہ کے موافق ہوا۔ اور مطلب اوس آیت کا مطابق تفسیر حضرت ابن عباس وقتادہ کے جو لکھا گیا وہی صحیح ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ تضرع کے معنے گڑگڑانے کے ہیں اور اکثر گڑگڑانا باآواز بلند ہوا کرتا ہے۔ اور موید اسکی وہ آیت ہے جو کہ سورہ انعام میں ہے قل من ینجیکم من ظلمات البر والبحر تدعونہ تضرعاً وخفیۃ (پ ۷) اور ظاہر ہے کہ حالت موج دریا میں آدمی

بے اختیار ہو کر اللہ تعالیٰ کو باواز بلند پکارتا ہے اور آہستہ بھی پکارتا ہے۔ اوسی کی حکایت اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے اور چونکہ ذکر تضرعًا وخفیۃً کا مقابلہ میں واقع ہوا ہے۔ پس تقابل اسی کو چاہتا ہے کہ مراد تضرعًا سے گڑگڑانا
باواز بلند اور خفیۃً سے آہستہ ہو۔ اور یہ حالت دعا کی بوقت گرداب کسی پر پوشیدہ نہیں ہے چنانچہ اس
آیت کی تفسیر میں بھی انہیں ابن عباسؓ سے تفسیر عباسی میں منقول ہے تدعونہ تضرعًا وخفیۃ سرًا و
علانیۃ انتہی اور اسی آیت کی تفسیر میں جلالین سے پہلے منقول ہوا کہ تدعونہ تضرعا علانیۃ وخفیۃ
سرًا انتہی۔ اور لسان العرب میں ہے وقولہ عز وجل تدعونہ تضرعا وخفیۃ المعنے تدعونہ مظہرین
الضراعۃ وھی شدۃ الفقر والحاجۃ الی اللہ عز وجل انتہی اور بھی اسی میں ہے التضرع التلوی و
الاستغاثۃ انتہی۔ ان دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ تضرع میں فریاد کا اظہار ہو۔ اور یہ اکثر باواز بلند ہوتا ہے
چنانچہ ان تحریروں کا ثبوت خود قرآن کی دوسری آیتوں سے ہوتا ہے سورۂ مومنون میں ہے فما استکانوا
لربھم وما یتضرعون (پ) اس آیت میں مَا یَتَضَرَّعُوْنَ سے مراد گڑگڑانا اور زاری کرنا باواز بلند ہے اور
وہ ایمان باللہ وبرسولہ ہے۔ پس جب تک اقرار بالایمان نہ کرے گا اور تلفظ کلمۂ شہادتین زبان سے باواز
بلند نہ نکالے گا اُسوقت تک پیغمبر علیہ السلام یا دوسروں کو اُسکے ایمان لانے کی خبر کیونکر ہوگی۔ ایسا ہی سورہ
انعام میں ہے فاخذنٰھم بالباساء والضراء لعلھم یتضرعون فلولا اذجاءھم باسنا تضرعوا (پ)
یہاں بھی مراد یتضرعون اور تضرعوا سے ایمان لانا ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔ بلکہ اگر منصف مزاج بنظر غور و
تعمق کے دیکھے تو آیت کریمہ واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجھر من القول
(سورہ اعراف پ۹) سے اسبات کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ذکر و دعا کرنے کے لئے دونوں طرح سے
اجازت دیا ہے آہستہ بھی اور ہلکی آواز سے بھی (جو باعتبار آہستہ کے اونچی ہوگی) پس جہاں پر سنت نبویہ
میں سرٌ ثابت ہے وہاں دعا و ذکر آہستہ چاہئے۔ اور جہاں جہر ثابت ہے وہاں پر جہر کرے۔ چونکہ محمد رسول
اللہ صلعم (جنپر یہ آیت ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ نازل ہوئی ہے [illegible]) نے فرمایا ہے کہ یہود لوگ آمین سے بہت
جڑتے ہیں پس تم لوگ امام کے پیچھے آمین کہا کرو زور سے تاکہ وہ سنیں اور وہ بھی جڑا ہیں (چنانچہ کتاب الترغیب
صـ۲۰۱ میں ہے عن عائشۃ عن النبی صلعم قال ما حسدتکم الیھود علی شئ ما حسدتکم علی
السلام والتامین رواہ ابن ماجۃ باسناد صحیح وابن خزیمۃ فی صحیحہ واحمد ولفظہ ان

رسول اللہ صلعم ذکرت عندہ الیہود فقال انہم لم یحسدونا علی شیٔ کما یحسدونا علی الجمعۃ وعلی القبلۃ وعلی قولنا خلف الامام آمین ورواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن وفیہ وقولہم خلف امامہم فی المکتوبۃ آمین انتہی۔ خلاصہ ترجمہ یہ کہ یہود تمہارے سلام اور تمہارے قبلہ اور تمہارے جمعہ اور تمہاری آمین خلف الامام سے بہت جڑتے ہیں۔ پس جب تک آمین بالجہر نہوگی یہود کو حسد کرنیکی کیا صورت ہوگی؟ اور یہ ظاہر ہے کہ اندروں آمین بالجہر سے کون چڑھتا ہے اور جنجہ دیہات میں ہونے پر کون خفا ہوتا اور حسد کرتا ہے وہ یہی حضرات حنفیہ (مقلدین) ہیں۔ چنانچہ مقلدونکا تشبہ اس امر میں ان یہودیوں سے صراحۃً پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فوز الکبیر میں لکھتے ہیں فان شئت ان تری انموذج الیہود فانظر الی علماء السوء من الذین قد اعتادوا تقلید السلف واعرضوا عن نصوص الکتاب والسنۃ الخ (ص ۲۷) یعنی اگر یہود کا نمونہ دیکھنا چاہو تو آجکل کے مقلدین کو دیکھ لو (پس اسی) وجہ سے آمین بالجہر کہنا لازم ہے تاکہ سنت پر عمل ہو اور چڑھنے والے چڑیں۔ ۶۔ چہ خوش بود کہ بیاید بیک کرشمہ دو کار + اسی مضمون کو مسلم شاعر نے کیا خوب ادا کیا ہے۔

جناب عائشہ سے ابن ماجہ میں روایت ہے	کہ کہنا جہر سے آمین پیغمبر کی سنت ہے
بجا لانا اسے ایمان والوں کی علامت ہے	مگر چڑھنا برا کہنا یہودیوں کی خصلت ہے

مسلمانو! تمہیں یہ خوئے بد کس نے سکھائی ہے

اور بفرض محال اگر ہم یہی تسلیم کریں کہ قرآن کی آیت کا یہ مطلب ہے کہ دعا آہستہ ہی کیا کرو تو بہت سی دعائیں خود حنفیہ بھی نماز میں زور سے پڑھتے ہیں بضمن آخر سورہ فاتحہ یعنی اھدنا الصراط المستقیم سے آخر تک محض دعا ہے اسکو خود حنفی جو امام ہوتے ہیں زور سے جہری نمازوں میں پڑھتے ہیں پس جس پیغمبر نے اس دعا کو زور سے پڑھنے کی ہدایت کی ہے اُسی نے آمین کو بھی زور سے کہنے کی ہدایت کی ہے۔ اسیطرح قرآن شریف میں اور صدہا دعائیں ہیں سب کو حنفیہ زور سے پڑھتے ہیں جس قاعدہ سے آپ ان دعاؤں کو خاص کریں گے اُسی قاعدہ سے ہم بھی آمین کو خاص کریں گے۔ اب بولئے؟

بتاؤ تو کبھی نظر آج کیوں سے ہے	یہ کیوں وار پڑتا ہے اوچھا تمہارا

مرتب پس اب اس جگہ دو مقدمہ بنے ایک یہ کہ آمین دعا ہے اور دوسرے یہ کہ دعا آہستہ کرنا چاہئے۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ آمین آہستہ کہنا چاہئے مجیب اٰفاہ! گویا یہاں آپ نے اپنی منطق دانی کا ثبوت دیا ہے
لیکن والله اس سے آپکی نادانی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس شکل میں تقریب تام نہیں بلکہ قیاس کے دونوں مقدمے
نامسلم و شرائط انتاج مفقود ہیں اس لئے کہ صغریٰ میں جو لفظ دعاء کا ہے وہ اصغر پر محمول ہے اور کبرے میں
اکبر کا موضوع مکرر نہیں صغری میں آمین کو دعا مجازاً کہا گیا ہے اور کبرے میں حقیقی معنی دعاء کے مراد ہیں
پس حد اوسط میں تکرار کہاں ہوئی جسکو ساقط کر کے نتیجہ نکالا جاوے۔ صغری آپکا بدیہی البطلان ہے کما مرّ
تحقیقہ من قبل۔ اور اسوقت ہم نے جو یہ کہا کہ صغری میں آمین کو دعاء مجازاً کہا گیا ہے اسلئے کہ آمین اگر حقیقۃً
دعاء ہوتی اور صرف اسی لفظ سے جناب باری عز اسمہٗ میں عرض مطلب کرنا کافی ہوتا تو استقلالاً علی الانفراد
اس لفظ کا دعاء کے مقام میں ملفوظ مثل اور ادعیہ کے ثابت ہوتا۔ لیکن ہرگز ایسا نہیں صرف آمین مقام دعا
میں بجائے الفاظ دعاء کے کہنا بالکل مہمل اور بے معنی ہے بلکہ سبقت دعاء اسکو لازم ہے گویا اسکا حال
بعینہ موکدات لفظی و معنوی کا حال ہے جیسے نفسہ عینہ کلہا کلہم اجمعون۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب
صاف ظاہر ہو گیا کہ آمین پر دعاء کا اطلاق مجازاً ہے جس سے ابطال صغری کا بخوبی ہوا۔ علی ہذا القیاس
کلیت کبری بھی باطل ہے کیونکہ اوسکی کلیت کے نواقض تو اسقدر ہیں جو حد حصر سے باہر ہیں جیسا کہ اوپر
لکھا گیا کہ اھدنا الصراط المستقیم جو آخر تک دعاء ہے اوسکو جہریہ نماز میں جہر سے پڑھنا سماعاً بالحق جہراً
ثابت ہے۔ خُطب میں ادعیہ کا جہر کسی پر مخفی نہیں استسقاء میں جہر دعاء سب جانتے ہیں۔ اب بھی اگر کلیت
باقی ہے تو یہ وہ کلیہ نہیں جو کتب متداولہ منطق میں مذکور ہوتا ہے۔ دوئم یہ کہ حجت کو اوضح و اجلی ہونا
چاہئے آپکے مقدمہ "دعاء آہستہ کرنا چاہئے" میں کسقدر ابہام اور خفاء ہے حکم شرعی کا اطلاق مندوب
مباح واجب وغیرہ پر ہوتا ہے حالانکہ الفاظ مشترکہ سے تعریفات میں سخت احتراز لازم ہے۔ اب اگر
آپ امر کا لحاظ کر کے وجوب کا التزام کریں گے تو بھی استدلال مشکل ہے کیونکہ ہر امر کا وجوب کے لئے ہونا کلی
کلیہ کا بھی وہی حال ہے جو آپکے مقدمہ کے کبری "دعاء آہستہ کرنا چاہئے" کا۔ عموم حالات میں تو اسکے لئے
کوئی اصولی بھی نہیں قائل ہیں۔ بہرحال آپکے دونوں مقدمہ کا غلط ہونا آفتاب نیمروز کیطرح ظاہر ہے
اور امام بخاری کا مسئلہ قرآن کے مطابق ہے فتدبر و تدرّب ۵

ناصحا اتنا تو دل میں تو سمجھ اپنے کہ ہم		لاکھ نادان ہوئے کیا تجھ سے بھی نادان ہونگے؟

مریب۔ حدیث سوم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یعنی جس نے نماز میں الحمد نہیں پڑھی اوسکی نماز نہوگی۔ بخاری مطبوعہ احمدی جلد ۱ صفحہ ۱۰۴ باب وجوب القرآۃ للامام والماموم۔ یہ حدیث اس آیت قرآنی کے خلاف ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ سورۃ اعراف رکوع آخر۔ ترجمہ جس وقت پڑھا جاوے قرآن نماز میں پس سنا کرو تم اسکو اور خاموش رہا کرو تم امام کے ساتھ تلاوت نہ کیا کرو تم فقط۔ **مجیب۔ اولاً** یہ آیت نماز کے احکام میں تو نازل نہیں ہوئی۔ اسی لئے اسکے ترجمہ میں نماز اور خلف امام کی قید لگانا ممنوع ہے اور بالکل غلط اور باطل ہے۔ اسلئے کہ اس آیت کو نماز سے اتنا بھی تعلق نہیں جتنا کہ پنڈت مہاتما کو گاؤ کے گوشت سے۔ بلکہ اس آیت کے شان نزول میں علامہ حافظ تلخیص الحبیر میں لکھتے ہیں قال کثیر من المفسرین فی قولہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا انھا نزلت فی الخطبۃ انتہی۔ یعنی اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ آیۃ واذا قرئ القرآن الخ خطبہ کی بابت نازل ہوئی ہے۔ پس جب اس آیت کا شان نزول استماع خطبہ کے متعلق ہے تو معلوم ہوا کہ نماز سے اسکو علاقہ نہیں لہذا وہ حدیث جسکو امام بخاری لائے ہیں قرآنی آیت کے ہرگز خلاف نہیں۔ **ثانیاً** دوسری دلیل اس آیت کے قرأۃ خلف الامام کے بارے میں نہونے کی اور بخاری کی حدیث قرآن کے مخالف نہونے کی یہ ہے کہ آیت اذا قرئ القرآن الخ مکی ہے جو قبل ہجرت کے نازل ہوئی۔ دیکھو تفسیر اتقان وغیرہ اور حدیث لا صلوٰۃ الخ اسکے راوی حضرت عبادہ بن صامت رضہ ہیں جو مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ حدیث قرأۃ فاتحہ خلف الامام کو حضرت صلعم نے بعد ہجرت کے مدینہ منورہ میں فرمایا ہے جس سے ثابت ہوا کہ آیت اذا قرئ القرآن الخ ہرگز قرأۃ خلف الامام کی ممانعت میں نہیں نازل ہوئی بلکہ اسکا شان نزول کوئی دوسرا ہے ورنہ آنحضرت کا باوجود قرآن کے منع کردینے کے ایسا حکم فرمانا لغو اور باطل ہے (عیاذاً باللہ) بہرحال بخاری کی حدیث آیت قرآنی کے ہرگز مخالف نہیں۔ **ثالثاً** اگر یہ مان لیا جاوے کہ آیت مذکورہ قرأۃ خلف الامام ہی کی بابت نازل ہوئی ہے تو بھی کچھ قباحت نہیں اسلئے کہ اس آیت سے ممانعت قرأۃ خلف الامام کی ہرگز ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس سے قرأۃ خلف الامام کا حکم نکلتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وانصتوا۔ اور انصات کے معنی علامہ طاہر حنفی مجمع البحار میں سکوت کے لکھتے ہیں اور سکوت کے معنی عدم الجہر کے کرتے ہیں بدلیل حدیث ما تقول بین اسکاتک الخ دیکھو مجمع البحار جلد اول ص ۱۲۵ و جلد دوم ص ۳۶۱ پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو کان بھی لگائے رہو اور آہستہ پڑھتے بھی جاؤ۔ اور یہی ہمارا مدعا ہے۔ پس بخاری

کی حدیث قرآن مجید کی آیت کے عین موافق ہے رابعًا اگر انصات کے معنی عدم الجہر کے بھی نہ کئے جاویں
اور اس آیت کو نماز ہی کے لئے مخصوص مانیں تو بھی اسکے بعد والی آیت کو ملانے سے پورا مطلب حل ہو جاتا
ہے اور مدعا برآتا ہے اصل آیت پوری یہ ہے واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلکم
ترحمون واذکر ربك فی نفسك تضرعًا وخیفة ودون الجهر من القول بالغدو والاصال
ولا تکن من الغفلین ۝ (پ ۹ س اعراف) اب اسکا ترجمہ مع مطلب غور سے سنو خود یہ آیت ثبوت قراۃ
فاتحہ خلف الامام پر کافی دلیل بن جاتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو سنتے رہو اور خاموش
ہو جاؤ شاید تم رحم کئے جاؤ (اب یہاں سے ارشاد ہوتا ہے کہ کہیں اس آیت کے دیکھتے ہی سورہ فاتحہ خلف الامام
کو نہ چھوڑ دو نہیں نہیں بلکہ) اپنے پروردگار کا ذکر (یعنی قرآن! بدلیل ان هو الا ذکر وقرآن مبین
یعنی ذکر سے مراد قرآن ہے اُس قرآن کو) اپنے نفس میں کر (یعنی پڑھ اس جگہ ابوہریرہ کی مسلم والی حدیث
اقرأ بها یا فارسی فی نفسك بالکل آیت کے موافق ہوتی ہے۔ اب یہاں سے اس امر کی تشریح خدا کرتا
ہے کہ ہم نے فاستمعوا له وانصتوا سے کیا مراد لیا ہے یعنی دون الجهر من القول) پکار کر کے (سورۂ
فاتحہ کو) نہ پڑھیں (بلکہ آہستہ اپنے نفس میں پڑھیں۔ اسکی ممانعت نہیں کیجاتی۔ ابھی اور بھی تشریح ہوتی ہے
کہ بالغدو والاصال یعنی) صبح کے وقت (فجر کی نماز میں) اور شام کے وقت (مغرب وعشاء کی نماز میں مطلب
یہ کہ انہیں تین وقتوں میں امام جہر سے پڑھتا ہے تو تم فاستمعوا الخ کو دیکھکر سورہ فاتحہ نہ چھوڑ دینا بلکہ تم جہری
نمازوں غدوّا اور آصال میں بھی برابر نفس میں ذکر کرتے جاؤ یعنی دوسرے الفاظ میں سورۂ فاتحہ پڑھو۔
اب اس سے بھی زیادہ تشریح ہوتی ہے ولا تکن من الغافلین یعنی کہیں لا تقربوا الصلوة کی طرح صرف
اذا قرئ القرآن (تا) ترحمون۔ کو دیکھکر سورہ فاتحہ کے پڑھنے سے غافل ہو جانا (خبردار) جناب من اس
پر بار بار نظر ڈالئے اور اچھی طرح ذہن نشین کیجئے کہ اس آیت سے بھی سورہ فاتحہ کا خلف الامام جہریہ نمازوں
میں پڑھنا ثابت ہو گیا اور بخاری کی حدیث کا قرآنی آیت کے مطابق ہونا نکل آیا۔ اور یہ تشریح آیت مرقومہ کی
جو ہم نے لکھی ہے کچھ ہمارے دل کی بنائی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ امام المفسرین امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ
نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ ع۔ آنچہ اُستاد ازل گفت ہمان میگویم +
خامسًا اور یہ آیت کفاروں کے اس مقولہ کے جواب میں نازل ہوئی ہے جسکو خدا نے پ ۲۴ سورہ حم السجدۃ

رکوع ۲۳ میں فرمایا ہے جیسا کہ صراط مستقیم میں صفحہ ۹۸ بالتشریح لکھا گیا وہاں ملاحظہ ہو غرض کسی طرح سے بخاری کی حدیث قرآنی آیت کے خلاف نہیں ثابت ہوتی۔ بلکہ آپکی یہ کم فہمی ہے۔ آئندہ ذرا سوچ سمجھکر لکھئے گا کسی ایسے ویسے سے معاملہ نہیں ہے ؎

سنبھل کے پاؤں رکھنا میکدہ میں مولوی صاحب		یہاں پگڑی اوچھلتی ہے اسی میخانہ کہتے ہیں

مریب ابن ہمام نے فتح القدیر وغیرہ میں یہ لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی نماز میں مقتدی الحمد نہ پڑھے عام اس سے کہ امام زور سے پڑھتا ہو یا آہستہ (تا آخر) **مجیب اولاً** یہ دعویٰ ممنوع ہے اسلئے کہ آیت واذا قرئ القرآن کا مفہوم جہر ہے یعنی بقول احناف اس آیت سے صرف نماز جہری میں قراۃ خلف کی ممانعت ثابت ہونا چاہئے (اگر اس آیت کو ہم ممانعت پر محمول کریں والحال لیس کذالک) اور سریہ میں ہرگز ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ مقتضی عقل یہی ہے کہ سننے والا جب ہی سنیگا جب پڑھنے والا پکار کر پڑھے گا۔ **ثانیاً** آیۃ واذا قرئ القرآن سے کسی قسم کا استدلال کرنا ہی غلط اور اصول سے بے خبری کی علامت ہے۔ نور الانوار صفحہ ۱۹۴ (جو اصول فقہ کی معتبر کتاب ہے) اوس کے بحث تعارض میں ہے قولہ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر من القرآن مع قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا فان الاول بعمومہ یوجب القراۃ علی المقتدی والثانی بخصوصہ ینفیہ وقد وردا فی الصلوۃ جمیعا فتساقطا فیصار الی حدیث بعدہ انتہی یعنی آیۃ فاقرؤا ما تیسر من القرآن اور واذا قرئ القرآن الخ دونوں آپس میں معارض ہیں کیونکہ پہلی آیت سے مقتدی پر قراۃ واجب معلوم ہوتی ہے اور دوسری سے ممانعت اب کوئی تیسری آیت نہیں جو کسی کو ترجیح دے۔ تو بحکم اذا تعارضا تساقطا دونوں آیتیں معرض استدلال سے ساقط کردی جاویں گی۔ اور اب حدیث کی طرف رجوع کیا جاویگا۔ بس اب دیکھئے کہ صحیح حدیث کونسی ہے؟ وہی جسکو بخاری سے آپنے نقل کیا۔ اب وہی واجب العمل ہوئی اور قرآنی آیت واذا قرئ القرآن اوس حدیث بخاری کی مخالف نہوئی بلکہ بقول صاحب نور الانوار خود دوسری آیت کے مخالف ہوئی۔ اس سے بھی ابن ہمام کے استدلال کا غلط ہونا اور تمام حنفیہ کے استدلال کا باطل ہونا اور بخاری کی حدیث کا مخالف نہونا بخوبی ظاہر ہوا۔ افسوس کہ تم میں اسقدر مادہ نہیں جو ان نکات پر اطلاع پاوے ؎

عشق بازی تو نہ جانے اور ہم نادان ہوں		ناسمجھ کہتا ہے ناصح! تو نے کیا سمجھا ہمیں؟

مریب۔ بخاری کے چند مجروح راویوں کے نام مع کیفیت جرح۔ اوّل۔ مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ یہ اور مسور بن مخرمہ جنکا بیان آگے ہوگا کتاب بخاری (ص۳۷۹) میں ایک طولانی حدیث رسول اللہ صلعم کی نسبت واقعہ حدیبیہ کی روایت کرتے ہیں اور حالانکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تک نہیں ہے جیساکہ اسد الغابہ میں ہے ولد سنة اثنین من الهجرة ولم یر النبی صلعم یعنی مروان سنہ ۲ھ میں پیدا ہوا اور انھوں نے رسول اللہ کو دیکھا نہیں ہے مجیب آپکا ایسا لکھنا صحابہ کرام کی ہسٹری سے عدم واقفیت اور کتب تواریخ سے بے بہرہ ہونے اور اسمائے رجال کی کتابوں پر مطلع نہ ہونے کی بین دلیل ہے آپکی ساری عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مروان نے رسول اللہ صلعم سے ملاقات نہیں کی چنانچہ اسی بناء پر آپنے آگے اعتراض کیا ہے کہ "گرچہ امام بخاری رح نے برخلاف دیگر محدثین کے ہر راوی اور مروی عنہ کے ملاقات کا ثابت ہونا شرط کیا ہے (مگر یہاں یہ شرط مفقود ہے) اے جناب! سنئے مروان صحابی ہے اور حضرت کو اس نے دیکھا ہے دیکھئے علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ہدی الساری میں لکھتے ہیں له رویة یعنی مروان نے حضرت صلعم کو دیکھا ہے اسکی رویت ثابت ہے۔ اگر اس سے بہی تفصیل سے سننا چاہیں تو سنئے تاریخ خمیس میں ہے وفی دول الاسلام وکان مروان قد لحق النبی صلی الله علیه وسلم وهو صبی (جلد ۲ ص۳۱۴) یعنی مروان نے رسول اللہ صلعم سے ملاقات کی ہے جسوقت وہ صبی تہا۔ آپ جانتے ہیں کہ صبی کسکو کہتے ہیں؟ نحو کی ایک چھوٹی کتاب شرح مائۃ کو ملاحظہ کیجئے جہاں لکھا ہے ظلّ الصبیّ بالغًا یعنی لڑکا جب تک بالغ نہو صبی رہتا ہے۔ پس اسکو خوب یاد رکہئے گا اسی سے انکی عمر کا بہی اندازہ ہوگا جس سے معلوم ہوگا کہ انکی ملاقات قریب بلوغت کی ہے پس کیونکر یہ طولانی واقعہ کو نہیں یاد رکہہ سکتے؟ جسکی تفصیل آگے آتی ہے حاصل کلام یہ کہ مروان کی ملاقات رسول اللہ صلعم سے بخوبی ثابت ہے۔ اور اسی بناء پر جو آپکا اعتراض شرط ملاقات کی بابت تہا وہ بہی فاسد اور رفو چکر ہوگیا۔ ہاں صاحب اسد الغابہ نے جو ایسا لکھا ہے وہ بصیغہ مجہول ہے جس سے عدم جزم ثابت ہے جسکا ثبوت ذیل میں بضمن مسند بہ بحث آتا ہے۔ کہئے آپکو اسکی خبر تہی؟ اسی کو بے بہرہ ہونا کہتے ہیں فافہم۔ افسوس کہ آپ حال وقال والے بخاری کی قدر کیا جانیں۔ ولنعم ما قیل ؎

کس طرح وہ مست ہوں سنکر بخاری کی حدیث	راگ سے اُن کو بخار حال آنا چاہئے

مریب - اور اگر یہ فرض بہی کیا جاوے کہ مروان نے رسول اللہ صلعم کو دیکہا تہا تو ایسی حالت میں بہی حدیث
مذکور پایہ اعتبار سے ساقط ہے کسواسطے کہ تاریخ ابن اثیر وغیرہ کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ
حدیبیہ ۶ ہ میں ہوا ہے اور مروان کی پیدائش ۲ ہ میں ہوئی جیسا کہ ابہی بیان ہوا - بس اس
حساب سے اس واقعہ کیوقت مروان کی عمر ۴ سال کی تہی - بس ۴ سال کا لڑکا ایک طولانی واقعہ کو کیونکر
یاد رکہہ سکتا ہے اور اوسکی روایت کرسکتا ہے مجیب یہ تو ٹھیک ہے کہ واقعہ حدیبیہ ۶ ہ میں ہوا
ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ مروان کی پیدائش ۲ ہ میں ہوئی ہے اس لئے کہ علامہ حافظ ابن حجر کتاب
الاصابہ فی تمییز الصحابہ کے نمبر ۶۰۲۸ میں مروان کی بابت لکہتے ہیں یقال ولد بعد الھجرۃ بسنتین
یعنی یہ کہا جاتا ہے کہ مروان ۲ ہ میں پیدا ہوا ہے اور یقال صیغہ مجہول کا ہے جو عدم جزم کے لئے آیا
کرتا ہے جس سے خود اس قول کا باطل ہونا ظاہر ہے جسکا اشارہ ہم نے اوپر کیا تہا لیکن علامہ حافظ
آگے اسکے پہر اوسیکو نقل کرکے رد کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں وقال ابن طاہر ولد ھو والمسور بن
مخرمۃ بعد الھجرۃ بسنتین (الی قولہ) وھو مردود والخلاف ثابت انتہی (اصابہ جلد ۳ صفحہ ۹۸۱) یعنی ابن
طاہر نے کہا ہے کہ مروان اور مسور ۲ ہ میں پیدا ہوئے (جیسا کہ آپ بہی کہتے ہیں) لیکن یہ مردود و غلط
ہے اور اسکا خلاف ثابت ہے + لیجئے جناب مروان اور مسور دونوں کی بابت ایک عبارت میں
فیصلہ ہوگیا کہ یہ کہنا کہ یہ لوگ ۲ ہ میں پیدا ہوئے تہے بالکل غلط ہے بلکہ اسکا الٹا ثابت ہے وہ کیا ؟ جسکو
ہم بیان کرتے ہیں مسور کی بابت تو ہم آگے انکے بیان خاص میں بیان کریں گے لیکن یہاں پر ہم مروان
کی بابت لکہتے ہیں تاریخ خمیس میں ہے وفات بدمشق سنۃ خمس وستین وھو ابن ثلاث
وسبعین سنۃ کذا فی المختصر (خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۱۵) یعنی مروان نے دمشق میں ۶۵ ہ میں وفات پائی ہے
اور ان کی عمر ۷۳ برس کی تہی جس سے انکا سن ہجری کے ۸ برس قبل پیدا ہونا ثابت ہوا - اور معلوم ہوا کہ
واقعہ حدیبیہ جو ۶ ہ میں ہوا تہا اسوقت انکی عمر ۱۴ برس کی تہی - پہر جناب اتنی عمر کا شخص کیا
اوس طولانی واقعہ کو نہیں یاد رکہہ سکتا ؟ اسی کی طرف ہمنے اوپر جیبی کے بیان میں اشارہ کیا تہا - کہئے
اب سمجہے ؟ اصل یہ کہ آپکو دہائی کا دہوکہ ہوگیا کہ ۱۴ کی جگہ صرف ۴ سمجہ لیا ہے - اس سے بہی بڑہکر سنئے
خود امام بخاری علیہ الرحمۃ اپنی تاریخ صغیر میں مروان کی بابت لکہتے ہیں مات مروان سنۃ ثلاث

وستين وهو ابن احدى وثمانين (سنہ ۶۳ھ) یعنی مروان کا انتقال سنہ ۶۳ھ میں ہوا ہے اور انکی عمر ۸۱
سال کی تھی جس سے انکا سن ہجری کے ۱۸ سال پہلے پیدا ہونا ثابت ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ واقعہ حدیبیہ
میں یہ ۲۴ برس کے تھے پھر کیا اتنا بڑا جوان شخص بھی ایک طولانی واقعہ کو نہیں یاد رکھ سکتا؟ آپسے
بھی یہ شخص گیا گذرا؟ اب دیکھیئے کہ آپکو دو دھاری رکا دھوکا ہوا تھا یا نہیں؟ کہ ۲۴ کی جگہ آپنے صرف ۴
سمجھا اور ۲ کے ہندسہ کو در بطن کر دی۔ جناب من خفہ نہوئیے گا۔ میدان مناظرہ ہے۔ ۶۔ ہے یہ گنبد
کی صدا جیسی کہے ویسی سنے۔ اور اگر بفرض تسلیم ہم مان لیں کہ مروان کی ولادت سنہ ۲ھ ہی میں ہوئی
تھی۔ تو یہ روایت من قبیل مراسیل الصحابہ ہوگی۔ اور مراسیل صحابہ باتفاق محبت ہے جیسا کہ اصول حدیث
میں مصرح ہے دکھا سیجئے۔ لیکن تحقیق صحیح و ثابت وہی ہے کہ مروان سنہ ہجری کے ۱۸ سال قبل پیدا ہوا
تھا چنانچہ حیوۃ الحیوان جلد اول صفحہ ۵۵ میں ہے کہ مروان نے سنہ ۶۵ھ میں وفات پائی ہے اور عمر انکی
۸۳ سال کی تھی جس سے بھی سن ہجری کے ۱۸ سال پہلے انکا پیدا ہونا ثابت ہوا فللہ الحمد اب کہئے؟ ۵

سبز پہ آرہ چل گیا تجدید باطل ہو گئی		جمع غائب ہو گیا تحویل فاضل ہو گئی

صریب دوم مسور بن مخرمہ بن نوفل روایت مذکور میں مروان کیساتھ یہ بھی ہیں اور حالانکہ یہ
بھی سنہ ۲ھ میں پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ اسد الغابہ ۱ہ میں ہے ولد بمكة بعد الهجرة بسنتين
یعنی یہ سنہ ۲ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ پس اس حساب سے واقعہ حدیبیہ کیوقت جو سنہ ۶ھ میں ہوا
ان کی بھی عمر ۴ سال کی ہوتی ہے پس ایک طولانی واقعہ کو دو لڑکے جن کی عمر ۴ سال کی ہو روایت
کرتے ہیں عجیب ؏ جو وہاں سب سولہ پسیری ۱۲ اے جناب! ان کا بھی سنہ ۲ھ میں پیدا ہونا بالکل
غلط ہے جیسا کہ ایک حوالہ اوپر گذرا کہ علامہ خاتمۃ الحفاظ نے فرمایا کہ جو کہے کہ مروان اور مسور سنہ ۲ھ میں
پیدا ہوئے تھے اُن کا کہنا بالکل غلط اور اسکا خلاف ثابت ہے۔ جسکو ہم آگے بیان کرتے ہیں۔
پہلے ہم یہ بتلا دیں کہ ان کو رسول اللہ صلعم سے صحبت تھی یا نہیں۔ کیونکہ ان کی پیدائش مکہ میں ہونے کی
وجہ سے کوئی یہ گمان نہ کرلے کہ ان کی آنحضرت صلعم سے ملاقات نہیں ہوئی۔ علامہ حافظ عسقلانی
تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں له ولابيه صحبة یعنی مسور اور انکے باپ مخرمہ دونوں کو آنحضرت
صلعم سے صحبت حاصل ہے۔ اب انکی پیدائش کا حال سنئے حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ من الله الاکبر کتاب

۵ یہاں بھی نادم نہ ہوئے
ٹھیک ہوا ۱۲

الاصابہ فی تمییز الصحابہ کے نمبر ۸۰۰۶ میں مسور کے بیان میں لکہتے ہیں و وقع فی بعض طرقہ عند مسلم سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا محتلم وھذا یدل علی انہ ولد قبل الھجرۃ (اصابہ جلد ۳ صفحہ ۸۵) یعنی صحیح مسلم میں مسور کے بعض طرق سے آیا ہے کہ (مسور کہتے ہیں) میں نے آنحضرت صلعم سے سنا اور میں بالغ تہا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسور قبل ہجرۃ کے پیدا ہوئے تہے انتہی۔ پس جب مسور بہی قبل ہجرت کے پیدا ہوئے تہے تو واقعہ حدیبیہ کے دن انکا ۴ برس کا ہونا ملکہ بالغ ہونا صاف ظاہر ہے۔ پہر کیا ایک بالغ جوان لڑکا کسی طولانی واقعہ کو نہیں یاد رکہہ سکتا؟ کہاں گئے جناب مشتہر صاحب! ذرا اسکو غور سے دیکہیں اور بتلاویں کہ اِس سے ثابت ہو گیا یا نہیں کہ مرداس اور مسور واقعہ حدیبیہ میں ۴ سال کے نہ تہے۔ ہائے بے سمجہی تیرا آسرا ہ

بجسے چاہے خواری سے دَر دَر پہرائے ❊		جسے چاہے دَر دَر سے دُر دُر کرائے

آگے یہ دُر افشانی کرتے ہیں کہ مجیب اب ناظرین ہی خیال کریں کہ ایسی روایت کہانتک معتبر ہو سکتی ہے۔ مجیب یہ بہی کوئی جرح ہے؟ اگر ایسی روایت نہ معتبر ہوگی تو پہر کونسی ہو سکتی ہے جسکو ایک بالغ عاقل جوان روایت کرے فتدبروا [?] - اگر کسی صورت سے پہلی شق یعنی یہ ثابت ہو جاوے کہ اُن دونوں کی عمر صرف ۴ ہی سال کی تہی اور بفرض محال اسکو ہم تسلیم کریں تو بہی ہمارے مضر نہیں اِس لئے کہ دونوں کا ایک طولانی واقعہ کو یاد رکہنا ممکن ہے۔ اور اِتنے عمر والے کی روایت کا مقبول ہونا جائز اور امام بخاری کے شرط کے موافق ہے۔ اِسلئے کہ امام بخاری نے خود باب منعقد کیا ہے باب متی یصح سماع الصغیر۔ یعنی صغیر کا سماع کب صحیح ہے اور معرض استدلال میں محمود بن الربیع کی حدیث لائے ہیں کہ انہوں نے یاد رکہا تہا (اور روایت کرتے تہے) کلی کو رسول اللہ صلعم کے جو آپ نے ایک ڈول کے پانی سے اِنکے منہ میں کیا تہا اور یہ محمود اسوقت میں ۴ برس کے تہے جیسا کہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکہتے ہیں فی بعض الروایات انہ کان ابن اربع انتہی۔ تو جب محمود کی روایت معتبر ہوئی جو ۴ برس کے تہے تو اِن دونوں ۴ برس کے عمر والوں کی روایت بہی ضرور معتبر ہوگی۔ وھو المطلوب۔ اور اگر کسی صورت سے دوسری شق یعنی یہ ثابت ہو جائے کہ یہ دونوں صحابی نہ تہے اور آنحضرت

صلعم سے انکو روئیت ثابت نہیں اور بفرض محال ہم اسکو تسلیم بہی کریں تو بہی کوئی اعتراض واقع نہیں ہوتا۔ اسلیے کہ خود اوسی بخاری شریف کے بعض طرق میں اُن دونوں مروان اور مسور کی روایت بعض صحابہ سے موجود ہے اور اکثر میں اُنھوں نے ارسال کیا ہے یعنی صحابی کو چھوڑ کر قال رسول اللہ صلعم کہدیا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں اسلیے کہ مراسیل صحابہ حجت ہے بالاتفاق بین المحدثین والاحناف والشوافع والمالکیۃ والحنابلۃ۔ جیسا کہ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی و فتح المغیث شرح الفیہ وغیرہ میں ہے۔ اور ملا علی قاری حنفی مرقاۃ مین لکھتے ہیں والمرسل حجۃ عند الجمھور (جلد ۴ صہ ۴۹) اس شق ثانی کے مضمون جواب کو جسکو ہم نے ابہی اوپر لکھا) حافظ ابن حجر رح اصابہ میں لکھتے ہیں وفی بعض طرقہ عندہ انھما رویا ذلک عن بعض الصحابۃ وفی اکثرھا ارسلا الحدیث (جلد ۳ صہ ۹۸) یعنی اُن دونوں کی روایت بعض طرق میں صحابہ سے موجود ہے بعض میں مرسلاً ہے۔ بس ہمصورت معترض کا کوئی اعتراض چسپاں نہیں ہوتا۔ للہ الحمد کہ معترض نے جسکو قوی جرح سمجھا تہا سب ہباءً منثوراً ہوگیا۔ لیکن ؎

وہ کب خاطر میں لاتا ہے میرے آزردہ ہونے کو	سمجھ رکھا ہے ظالم نے پھنسا دل کب نکلتا ہے

مریب سوم۔ احمد بن صالح ابو جعفر المصری قال النسائی لیس بثقۃ ولا مامون وقال النسائی ایضاً ترکہ محمد بن یحیی ورماہ یحیی بن معین بالکذب وقال معویۃ ابن صالح احمد بن صالح کذاب میزان الاعتدال۔ ترجمہ کہا نسائی نے کہ احمد بن صالح ثقہ اور محفوظ نہیں ہیں اور یہی کہا نسائی نے کہ محمد بن یحیی نے انکو بوجہ جھوٹے ہونے کے چھوڑ دیا اور کہا معویہ بن صالح نے کہ احمد بن صالح بڑے جھوٹے ہیں

مجیب ع۔ سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست۔ جناب من احمد بن صالح کے بارے میں نسائی نے جو یہ کہا ہے حقیقت میں اُسنے وہم ہوا ہے۔ احمد بن صالح حفاظ متقنین سے ہے جیسا کہ آگے ہم اسکی ثقاہت بیان کریں گے۔ اب سنئے وہم نسائی کی وجہ! یحیی بن معین نے جس احمد بن صالح کے بارے میں کلام کیا ہے وہ اشمومی ہے۔ نسائی نے غلط فہمی سے اس احمد بن صالح کو سمجھ لیا جو کہ ابن الطبری ہے (جسکو کہ آپنے لکہا ہے) حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں جزم ابن حبان بانہ انما تکلم فی احمد بن صالح الا شمومی فظن النسائی انہ عنی ابن الطبری انتہی یعنی ابن حبان نے یہ یقینی کہا ہے کہ اصل میں احمد بن صالح اشمومی کی بابت کلام کیا گیا تہا نسائی نے ابن طبری کو سمجھ لیا اور یہی علامہ حافظ ہدی السّاری میں لکھتے ہیں

وقال ابن حبان ما رواہ النسائی عن یحیی بن معین فی حق احمد بن صالح فهو وهم وذلك
ان احمد بن صالح الذی تکلم فیه ابن معین هو رجل آخر غیر ابن الطبری وکان یقال له
الاشمومی وکان مشهورا بوضع الحدیث واما ابن الطبری فکان یقارب ابن معین فی الضبط
والاتقان انتهی یعنی ابن حبان نے کہا ہے کہ نسائی نے احمد بن صالح کے بارے میں یحیی بن معین سے
روایت کیا ہے اس میں اونکو وہم ہوا ہے اسطور پر کہ ابن معین نے جس احمد بن صالح کے بارے میں کلام کیا ہے
وہ دوسرا شخص علاوہ ابن الطبری کی ہے اوسکو اشمومی کہا جاتا ہے وہ موضوع حدیثیں بنایا کرتا تھا لیکن ابن
طبری (جسپر آپکا اعتراض ہے) وہ ضبط وثقاہت میں ابن معین (جو جارح ہیں) کے برابر ہے لیجئے جناب سن لیا؟
اور سنئے اسی وجہ سے علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابن عدی کے قول سے اور حافظ نے ہدی
الساری میں ایک زبان ہو کے کہدیا کان النسائی سیئ الرای فیه یعنی نسائی (بوجہ ضد کے) انکے بارے میں
بُری رای رکھتے تھے بلکہ علامہ ذہبی نے اس سے بہی زیادہ کہا کہ اذی النسائی نفسه بکلامه فیه (میزان)
یعنی نسائی نے احمد بن صالح کی بابت کلام کرکے خود اپنے کو ایذا دیا ہے (مطلب یہ کہ بیجا بے کا کلام کیا)
اب امام نسائی کے انپر کلام کرنے کی بنا سنئے کہ کس بنا پر اور کونسی ضد سے نسائی نے انکو سمجھکر انپر کلام کردیا۔
وہ یہ ہے کہ امام نسائی انکے پاس ایک دفعہ پڑہنے کو گئے (محدثین طلبہ کو بڑی مدت کے بعد انکے اطوار کو
پسند کرکے پڑھاتے والا فلا۔ یہ اونکا عام قاعدہ تھا) احمد بن صالح کو انکے کچھ طور نا پسند ہوے نہیں پڑھایا۔
امام نسائی نے خفہ ہو کر انپر طعن کرنا شروع کیا، حافظ ابن حجر ہدی الساری میں لکہتے ہیں فاستند النسائی
فی تضعیفه الی ما حکاه عن یحیی بن معین وهو وهم منه حمله علی اعتقاده سوء رایه فی
احمد بن صالح۔ یعنی نسائی نے جو احمد بن صالح کو یحیی بن معین کی حکایت کیوجہ سے ضعیف وغیرہ کہدیا
(یہ دو وجہ سے (۱) تو) یہ (کہ) اونکو وہم ہوا ہے اور (دوسرے یہ کہ) اونکو اسپر بداعتقادی نے برانگیختہ کیا
(جو احمد بن صالح کیطرف سے تہی) وہم کی وجہ تو اوپر ہم لکھ چکے اب بداعتقادی کی وجہ خود انہیں علامہ
حافظ کے لفظوں میں سنئے (اگرچہ ہم نے اسکو بہی اوپر لکھدیا) علامہ عسقلانی ہدی الساری میں لکہتے ہیں
قال ابو جعفر العقیلی کان احمد بن صالح لا یحدث احدا حتی یسأل عنه فلما ان قدم النسائی
مصر جاء الیه وقد صحب قوما من اهل الحدیث لا یرضاهم احمد فابی ان یحدثه فذهب

النسائی فجمع الاحادیث التی وهم فیها احمد وشرع یشنع علیه وماضره ذلك شیئاً انتهی یعنی
ابو جعفر عقیلی نے کہا کہ احمد بن صالح کسی کو حدیث نہیں بیان کرتے جب تک کہ اس سے (اسکے حالات
داڑھی وغیرہ کو) پوچھ نہ لیتے۔ پس جب امام نسائی مصر میں آئے انکے پاس بھی آئے اور امام نسائی ایسے
لوگوں کی صحبت سے ہو کر آئے تھے جن سے احمد بن صالح ناخوش تھے اس لئے احمد بن صالح نے نسائی کو
حدیث سنانے سے انکار کیا پس نسائی نے جا کر (ضد سے) انکی ان (قلیل) روایتوں کو جن میں احمد سے
(حسب عادت بشریہ) وہم ہو گیا تھا جمع کر کے انپر کلمات شنیعہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ (اب حافظ صاحب
فرماتے ہیں کہ) احمد بن صالح کو اس سے کچھ نقصان نہیں (مطابق مثل پنجابی کے "کی پدی ہور کی پدی
دا شوروا" انتہی۔ اور نسائی کے سوا ان پر کسی سے جرح ثابت بھی نہیں۔ پس نسائی کی یہ جرح بھی (چونکہ
با قاعدہ نہیں بلکہ محض غلط فہمی پر ہے لہٰذا) مقبول نہیں جیسا کہ وہی حافظ ابن حجر ہدی الساری میں بطور نتیجہ کے
لکھتے ہیں فتبین ان النسائی انفرد بتضعیف احمد بن صالح بما لا یقبل اھ۔ یعنی پس ظاہر ہو گیا
کہ صرف نسائی کا احمد بن صالح کی تضعیف میں منفرد ہونا غیر مقبول اور نا قابل پذیرائی ہے۔ سن چکے
جناب! اب صریح لفظوں میں انکی ثقاہت سنئے (اگرچہ ان کی ثقاہت اوپر ہی ثابت ہو چکی) حافظ ابن حجر
تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں ثقة حافظ من العاشرة یعنی احمد بن صالح ثقہ اور حافظ ہیں علامہ صفی
الدین خلاصہ میں لکھتے ہیں احد کبار الحفاظ بمصر وثقه احمد ویحیی وابن المدینی وابو حاتم
وجماعة یعنی احمد بن صالح کبار حفاظ مصر میں سے ہے اسکو احمد اور یحییٰ (یہ وہی یحییٰ ہیں) اور ابن مدینی
اور ابو حاتم اور ایک بڑی جماعت نے ثقہ کہا ہے۔ اور انہیں علامہ صفی الدین نے خلاصہ میں اور
علامہ ذہبی نے میزان میں اس عبارت کو ایک زبان ہو کر کہا ہے قال ابو نعیم ما قدم علینا احد
اعلم بحدیث اهل الحجاز من هذا الفتی انتهی یعنی ابو نعیم نے کہا کہ حجاز والوں کی حدیثوں کو خوب
جاننے والا احمد بن صالح کے سوا اور کوئی ہمپر نہیں آیا۔ اور سنئے علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں
لکھتے ہیں الحافظ الثبت احد العلام ×× قال البخاری احمد بن صالح ثقة ما رأیت احدا یتکلم
فیه بحجة ×× قال ابو حاتم والعجلی وجماعة ثقة انتهی یعنی احمد بن صالح حافظ ثبت احد العلام ہیں
امام بخاری نے کہا ہے کہ احمد بن صالح ثقہ ہیں انپر کلام کرنے والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ ابو حاتم

اور عجلی اور ایک جماعت نے انکو ثقہ کہا ہے" دیکھئے جناب! آپنے میزان سے جرح کی عبارت تو نقل کر دی اور آگے پیچھے جو اوسکا رد تہا اوسی سے چشم پوشی کر گئے۔ اسیکو کہتے ہیں کہ "لا تقربوا الصلوٰۃ" والی مثل کو آپ نے سچ کر دکہایا ؎

جب کہا مرتا ہوں وہ بولے میرا سر کاٹ کر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

اور سنئے۔ علامہ حافظ عسقلانی ہدی الساری میں لکھتے ہیں احمد بن صالح المصری ابوجعفر ابن الطبری احد ائمۃ الحدیث الحفاظ المتقنین الجامعین بین الفقہ والحدیث اکثر عنہ البخاری وابوداؤد واعتمدہ الذہلی فی کثیر من احادیث اهل الحجاز ووثقہ احمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی بن المدینی وابن نمیر والعجلی وابوحاتم الرازی واخرون ×× احمد بن صالح امام ثقۃ وقال ابن عدی کان النسائی ینکر علیہ احادیث وهو من الحفاظ المشهورین بمعرفۃ الحدیث ×× وقال صالح جزرۃ لم یکن بمصر احد یحفظ الحدیث غیر احمد بن صالح وکان یذاکر بحدیث الزهری ویحفظہ ×× ویؤید ما نقلناہ اولا عن البخاری ان یحیی بن معین وثق احمد بن صالح ابن الطبری انتہی ترجمہ احمد بن صالح ائمہ حدیث حفاظ متقنین جامعین بین الفقہ والحدیث سے ہے۔ بخاری اور ابوداؤد نے اس سے اکثر روایت کیا ہے اور ذہلی نے حجاز والوں کی اکثر حدیث پر انکا اعتماد کیا ہے اور احمد بن حنبل اور یحیی بن معین اور علی بن مدینی اور ابن نمیر اور عجلی اور ابوحاتم رازی اور بہت سے لوگوں نے انکو ثقہ کہا ہے (اب حافظ خود کہتے ہیں کہ) احمد بن صالح ثقہ ہے اور ابن عدی نے (تعجب ہے) کہا ہے کہ نسائی نے انکی چند حدیثوں سے انکار کیا ہے حالانکہ یہ اُن حفاظ سے ہیں جو معرفت حدیث میں مشہور ہیں اور صالح نے کہا کہ مصر میں سوائے احمد بن صالح کے کوئی حافظ حدیث نہیں یہ زہری کی حدیث سے مذاکرہ کرتے اور حفظ کرتے رہے حافظ فرماتے ہیں) اور اسکی تائید امام بخاری کے اوس قول سے ہوتی ہے جسکو ہم نے پہلے نقل کر دیا ہے کہ یحیی ابن معین نے خود احمد بن صالح ابن طبری کو ثقہ کہا ہے۔ انتہی۔ کہاں گئے جناب منشی صاحب! یہ وہی یحیی بن معین ہیں جن سے امام نسائی نے احمد بن صالح پر جرح نقل کی ہے۔ حالانکہ یحیی ابن معین احمد بن صالح کی توثیق کرتے ہیں معلوم ہوا کہ وہ اور ہے اور یہ اور ہیں۔ ع۔ خبر قاس دگر ست شیر نیستان دگر+

حسن ذاتی اور ہے سونے کا زیور اور ہے + کہئے اب تو سمجھ گئے؟ آگے چلئے ع۔ بس اک نگاہ پہ
ٹہرا ہے فیصلہ دل کا + مریب چہارم۔ احمد بن عیسیٰ ابو عبد اللہ روی ابو داؤد عن یحییٰ بن معین
انہ حلف باللہ انہ کذاب ترجمہ ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ یحییٰ بن معین نے خدا کی قسم کہا کر کہا کہ یہ
شخص بڑا جھوٹا ہے میزان الاعتدال مجیب احمد بن عیسیٰ کذاب نہیں ہے بلکہ سچا اور ثقہ ہے یحییٰ بن معین
کا انکو کذاب کہنا ماقل بتاویل حسن ہے۔ یہاں پر کذب اپنے اصلی معنی پر نہیں ہے اسی واسطے یحییٰ بن معین
کی اس تنقید پر کسی کا بھی اتفاق نہیں ہے بلکہ ائمہ حدیث نے تعاقب کیا ہے اور یحییٰ بن معین کے کلام کو تسلیم نہیں
کیا ہے۔ ہاں احمد بن عیسیٰ نے بعض روایات کی سماع کا اظہار کیا تہا اور ممکن ہے کہ اس میں اُنسے خطا ہوئی ہو
اور سماع اونکا ثبوت کو نہ پہونچا ہو اِسی بناپر یحییٰ بن معین نے کذاب کہدیا۔ حالانکہ کذب وضع سے یہ بمراحل بعید
ہیں حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب جلد اول میں لکہتے ہیں انما انکروا علیہ ادعاء السماع ولم یتہم بالوضع ولیس
فی حدیثہ شیٔ من المناکیر وقال الخطیب ما رأیت لمن لم تکلم فیہ حجۃ توجب ترک الاحتجاج
بحدیثہ انتہی یعنی لوگوں نے ان کے دعوے سماع پر صرف انکار کیا ہے اور یہ وضع (کذب) کے ساتھ
متہم نہیں ہیں اور نہ انکی حدیث میں کچہ مناکیر ہے خطیب نے کہا میں نے انپر کلام کرنے والوں کے پاس
کوئی دلیل نہیں پائی جس سے ثابت ہو کہ یہ قابل حجۃ نہیں ہیں۔ اور علامہ صفی الدین خلاصہ میں اور حافظ ابن
حجر ہدی الساری میں ایک زبان ہو کر لکہتے ہیں قال الخطیب لم ار لمن تکلم فیہ حجۃ انتہی
یعنی خطیب بغدادی نے کہا کہ جس نے احمد بن عیسیٰ کے بارے میں کچہ کلام کیا ہے محض بے دلیل ہے
خود علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں بتغیر یسیر لکہتے ہیں وقال الخطیب ما رأیت لمن تکلم فیہ حجۃ انتہی
یعنی خطیب نے صاف کہدیا ہے کہ جس نے احمد بن عیسیٰ پر کچہ کلام کیا ہے محض بے دلیل ہے تبس جب ابن معین
کے قول پر محققین نے تعاقب کیا تو معلوم ہوا کہ انکا احمد بن عیسیٰ کو کذاب کہنا ماول بتاویل حسن ہے اور یہی وجہ ہے کہ
اکثر ائمہ نے انسے روایت کیا ہے منجملہ انکے امام مسلم نے بہی اپنی صحیح میں انسے روایت کیا ہے۔ اب انکی ثقاہت صاف لفظوں میں گوش
گذار فرمائیے۔ حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکہتے ہیں صدوق یعنی احمد بن عیسیٰ سچے ہیں کذاب
نہیں۔ علامہ صفی الدین خلاصہ میں لکہتے ہیں قال النسائی لیس بہ باس قال الذہبی لم احد
لہ حدیثا منکرا انتہی یعنی نسائی نے کہا کہ احمد بن عیسیٰ ثقہ ہے (کیونکہ لفظ لیس بہ باس کا اس

بہ منجملہ الفاظ تعدیل کے ہے) اور علامہ ذہبی (صاحب میزان الاعتدال) نے کہا کہ میں نے اسکی کوئی
حدیث منکر نہیں پایا (جو انکے ثقاہت کی کہلی دلیل ہے) اور علامہ ذہبی خود میزان میں فرماتے ہیں ھو موثق
وقال النسائی لیس بہ باس قلت قد احتج بہ ولم ار لہ حدیثا منکرا انتہی ملخصًا یعنی احمد بن عیسیٰ
ثقہ ہیں امام نسائی نے انکو ثقہ کہا ہے میرے نزدیک بہی یہ قابل حجت ہیں کیونکہ میں نے انکی کوئی منکر
حدیث نہیں دیکہی۔ علامہ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب جلد اول میں فرماتے ہیں قلت ولیس فی حدیثہ
شئی من المناکیر و ذکرہ ابن حبان فی الثقات انتہی یعنی احمد بن عیسیٰ کی حدیث میں ایک شے بہی مناکیر
سے نہیں ہے اور ابن حبان نے انکو ثقہ لوگوں میں ذکر کیا ہے۔ اب جب نسائی نے باوجود اسکے کہ وہ
منجملہ ائمہ جارحین متشددین کے ہیں احمد بن عیسیٰ کی توثیق کیا اور شیخین نے اُنسے روایت کیا اور پہر
ائمہ متاخرین مثل خطیب بغدادی و ابن حبان و ذہبی و ابن حجر نے باوجود تحقیق و تلاش کے ایک روایت
بہی انکی منکر نہیں پایا تو یہ غایت درجہ کی ثقاہت و اتقان و صدق احمد بن عیسیٰ کی دلیل ہے۔ حاصل کلام
یہ کہ احمد بن عیسیٰ ثقہ ہیں اور ان کی ثقاہت آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے۔ آگے چلئے ۔ع۔ بس اک
نگاہ پہ ٹہرا ہے فیصلہ دل کا + مریب: نجم۔ ایوب بن عابد الکوفی وکان من المرجئۃ قال البخاری وادرج
فی الضعفاء لارجائہ والعجب من البخاری یغمزہ وقد احتج بہ۔ ترجمہ: کہا اسکو بخاری رح نے
اور شمار کیا انکو بخاری نے ضعیفوں میں بوجہ مرجیہ ہونے کے اور تعجب ہے بخاری سے کہ ان پر حشمک کرتے ہیں
اور حالانکہ دلیل پکڑی ہے انسے میزان الاعتدال مجیب ۔ع۔ دروغ گویم برروئی تو + ایوب بن عابد صحیح
بخاری میں کیا جہاں تک میرا خیال ہے اسماء رجال میں بہی اس نام کا کوئی راوی نہیں ہے۔ یہ تو آپکے افترا کی بات
ہے۔ .... اصل یہ ہے کہ ۔ع۔ دروغ گو را حافظہ نباشد + افسوس کہ آپکو مذہبی تعصب
کی ایسی پٹی بندھی ہوئی ہے کہ کیسی کیسی ٹہوکریں کہاتے ہیں۔ حقیقت میں تو آپکا جواب اتنے ہی میں ہوگیا
کہ آپکی جرح ایوب بن عابد پر ہے اور اس نام کا کوئی راوی بخاری میں نہیں پس جرح بہی مقبول نہیں۔ کیونکہ
جس بنا پر اعتراض ہے وہ بنا ہی فاسد ہے پس اعتراض بہی فاسد بلکہ افسد + اب سنئے راوی کا حقیقی نام!
اصل میں وہ ایوب بن عائذ ہے۔ اس غلطی کو ہم آپکے سر کیوں لگائیں خیر ہم اسقدر رحم کرتے ہیں کہ کہدیں شاید
یہ کاتب کی غلطی ہو۔ اب اسکا جواب سنئے۔ ہم نے العرجون القدیم کے صہ۵ میں بتلایا تہا کہ رواۃ کی تنقید

میں ائمہ کا اجتہاد ہوتا ہے جسطور پر ائمہ مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں ویسا ہی رواۃ کی تنقید میں بھی اجتہاد
کرتے ہیں بس ممکن ہے کہ امام بخاری کے اجتہاد میں اوسوقت یہی بات آئی ہو۔ پہر ثقہ ہونا ایوب کا ثابت
ہوا ہو اس لئے اپنی صحیح میں اُس سے روایت کیا اور یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کیونکہ امام بخاری نے خود
انکی توثیق کی ہے حافظ ابن حجر ہدی الساری میں لکہتے ہیں وقال البخاری انہ صدوق یعنی امام بخاری نے
خود ان کو صدوق کہا ہے اب اور محدثین کے اقوال انکی ثقاہت میں سنئے۔ حافظ ابن حجر تقریب التہذیب
مین انکو ثقہ اور علامہ صفی الدین خلاصہ میں وثقہ ابو حاتم لکہتے ہیں۔ یعنی ایوب بن عائذ ثقہ ہے۔ اور یہی
وجہ ہے کہ امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں ان سے روایت کیا ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکہتے ہیں
وثقہ ابوحاتم وغیرہ وعند مسلم لہ حدیث انتہی یعنی ابوحاتم اور انکے سوا اوروں نے بھی ایوب
کو ثقہ کہا ہے۔ اور مسلم میں ان سے ایک حدیث بھی ہے حافظ ابن حجر ہدی الساری میں لکہتے ہیں وثقہ
ابن معین وابوحاتم والنسائی والعجلی وابوداؤد انتہی۔ یعنی ابن معین۔ اور ابوحاتم اور نسائی
اور عجلی اور ابوداؤد اتنے لوگوں نے انکو ثقہ کہا ہے۔ اور یہی علامہ حافظ تہذیب التہذیب جلد اول
میں لکہتے ہیں وقال الدوری عن یحییٰ ثقۃ وقال ابوحاتم ثقۃ صالح الحدیث صدوق و
قال النسائی ثقۃ وقال ابن حبان فی الثقات وقال ابوداؤد ولا باس بہ وفی روایۃ
ثقۃ وقال ابن المدینی ثنا سفیان ثنا ایوب بن عائذ وکان ثقۃ وقال العجلی کوفی تابعی ثقۃ
انتہی یعنی دوری نے یحییٰ سے روایت کی ہے کہ ایوب بن عائذ ثقہ ہے اور ابوحاتم نے کہا کہ ایوب ثقہ صالح
الحدیث صدوق ہے اور نسائی نے ثقہ کہا ہے اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور ابوداؤد نے لاباس بہ اور ثقہ کہا ہے اور ابن مدینی
نے کہا کہ ایوب بن عائذ ثقہ تھے اور عجلی نے کہا کہ ایوب کوفی تابعی اور ثقہ ہیں۔ غرض انکی ثقاہت پر ساری ائمہ متفق اللسان ہیں۔ اگر چاہیے
بس ایک نگاہ یہ ٹہرا تہا فیصلہ دل کا + مریب ششم عاصم بن سلیمان الاحول البصری قال عبد الرحمن
بن المبارک قال ابن علیۃ کل من اسمہ عاصم فی حفظہ شیء۔ ترجمہ کہا عبد الرحمن بن مبارک نے
کہ کہا ابن علیہ نے کہ کل وہ شخص کہ جسکا نام عاصم ہے حافظہ اوسکا خراب ہے میزان الاعتدال مجیب
اولاً یہ تو قاعدہ کلیہ ہی صحیح نہیں کہ جسکا نام عاصم ہو اوسکا حافظہ خراب ہو۔ آئیے ہم آپکو بتلاتے ہیں عاصم بن
عمر بن الخطاب العدوی کی نسبت اسماء الرجال کی کسی کتاب سے جرح ثابت توکریں اور انکے حافظہ

کے متعلق نقص نکالیں تو ، لیکن یہ یاد رہے کہ لن تفعلوا ولو کان بعضکم لبعض ظهیرا۔ یعنی
ہرگز نہیں ثابت کر سکتے بس یہ قاعدہ کلیہ ہی ٹوٹ گیا۔ لہٰذا عاصم بن سلیمان پر بھی کوئی جرح باقی نہ رہی
کیونکہ ان کی ثقاہت ثابت ہے کما سیجیئی۔ ثانیاً اگر یہ قاعدہ کلیہ صحیح بھی ہو تو یہ عاصم بن سلیمان وس سے
خارج ہیں اوسی طرح جیساکہ عاصم بن عمر حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب جلد خامس میں لکھتے ہیں وقال
ابو الشیخ سمعت عبدان یقول لیس فی العواصم اثبت من عاصم الاحول انتہی یعنی ابو شیخ
نے کہا کہ میں نے عبدان سے سنا کہتے تھے کہ جسقدر عاصم ہیں اون میں عاصم بن سلیمان الاحول اثبت
(بصیغہ اسم تفضیل یعنی نہایت ثقہ) ہے - ان دونوں وجہوں سے معلوم ہوا کہ یہ عاصم احول اس قاعدہ
کلیہ سے خارج ہے - اب انکی ثقاہت صراحتہً سنئے حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں ثقہ
من الرابعۃ یعنی یہ عاصم احول ثقہ ہے - علامہ صفی الدین خلاصہ میں لکھتے ہیں وثقہ ابن معین
وابو زرعۃ قال احمد ثقۃ من الحفاظ انتہی یعنی عاصم احول کو ابن معین اور ابو زرعۃ نے ثقہ کہا
ہے اور امام احمد نے کہا ہے کہ یہ عاصم ثقہ ہے حفاظ میں سے ہے علامہ ذہبی میزان الاعتدال
(وہی میزان) میں لکھتے ہیں الحافظ الثقۃ وثقہ علے بن المدینی وغیرہ قال سفیان حفاظ
الناس اربعۃ فذکر منھم عاصم بن سلیمان وروی المیمونی عن احمد قال ثقۃ من الحفاظ
انتہی ترجمہ عاصم احول حافظ ہے ثقہ ہے علی بن مدینی اور انکے سوا اوروں نے انکو ثقہ کہا ہے سفیان
نے کہا کہ لوگوں میں حفاظ چار ہی ہیں جن میں سے ایک عاصم احول کو بھی ذکر کیا ہے اور میمونی نے احمد سے
روایت کیا ہے کہ عاصم ثقہ ہے حفاظ میں سے ہے - علامہ حافظ ابن حجر ہدی الساری میں لکھتے ہیں وثقہ
ابن معین والعجلی وابن المدینی وابن عمار والبزار ووصفہ بالثقۃ بالحفظ احمد بن
حنبل انتہی - یعنی عاصم کو ابن معین اور عجلی اور ابن مدینی اور ابن عمار اور بزار نے ثقہ کہا ہے اور امام احمد
نے عاصم کا وصف ثقہ اور حفظ کے ساتھ کیا ہے - اور یہی حافظ عسقلانی تہذیب التہذیب جلد پنجم میں
کس زور سے لکھتے ہیں قال عبد الرحمن بن مھدی کان من حفاظ اصحابہ وقال احمد شیخ
ثقۃ وقال ایضا من الحفاظ للحدیث ثقۃ وقال المروذی ثقۃ وقال اسحاق بن منصور
وعثمان الدارمی عن ابن معین ثقۃ وکذا قال ابن المدینی وابو زرعۃ والعجلی وابن

عمار وذکرہ ابن عمار فی موازین اصحاب الحدیث × × وذکرہ ابن حبان فی الثقات × ×
وقال البزار ثقة انتہی یعنی عبدالرحمن بن مہدی نے کہا کہ عاصم احول حفاظ میں سے تہا اور احمد نے کہا کہ وہ
شیخ ثقہ ہے اور انہیں امام احمد نے کہا کہ عاصم حفاظ حدیث میں سے ہے اور ثقہ ہے اور مروزی نے بہی
کہا کہ ثقہ ہے اور اسحاق بن منصور اور عثمان دارمی نے ابن معین سے روایت کیا کہ عاصم ثقہ ہے اور ایسا ہی
کہا ابن مدینی اور ابو زرعہ اور عجلی اور ابن عمار نے۔ اور ابن عمار نے عاصم کو اصحاب حدیث کے ہم وزنوں
میں ذکر کیا ہے اور ابن حبان نے انکو ثقات میں ذکر کیا ہے اور بزار نے بہی ثقہ کہا ہے انتہی دیکہیے جناب
مشتہر صاحب! کتنے لوگ انکی ثقاہت کر رہے ہیں اب بہی آپکو چون وچرا کی جا ہے؟ آگے چلیے۔ ع۔ بس
اک نگاہ پہ ٹہرا تہا فیصلہ دل کا **مریب** ہفتم۔ الحسن بن مدرک البصری روی ابو عبید عن ابی داؤد
قال الحسن بن مدرک کذاب۔ ترجمہ۔ روایت کی ابو عبید نے ابو داؤد سے کہ کہا ابو داؤد نے کہ حسن
بن مدرک بڑا جہوٹا ہے۔ میزان الاعتدال **مجیب** حسن بن مدرک کی بابت ابو داؤد اس قول میں
شاذ ہیں۔ ورنہ ایک جماعت ناقدین کی انکی ثقاہت بیان کرتی ہے۔ اور کسی نے جرح نہیں کیا ہے۔ ہاں
ابو داؤد نے جو حسن بن مدرک کو کذاب کہا ہے اس سے مراد انکی کذب و وضع فی الاحادیث نہیں ہے بلکہ اسکی
وجہ خود ابو داؤد نے بیان کر دیا ہے کہ یاخذ احادیث فہد بن عوف فیقلبہا علے یحیی بن حماد انتہی
یعنی حسن بن مدرک فہد بن عوف کی حدیثوں کو لیکر یحیی بن حماد پر پلٹ دیتا ہے۔ اسکا جواب بہی حافظ
نے مقدمۃ الفتح میں دیا ہی قلت ان کان مستند ابی داؤد فی تکذیبہ ہذا الفعل فہو لا یوجب کذبا
لان یحیی بن حماد و فہد بن عوف جمیعا من اصحاب ابی عوانۃ فاذا سأل الطالب شیخہ عن حدیث
رفیقہ لیعرف ان کان من جملۃ مسموعہ فحدثہ بہ اولا فکیف یکون بذلک کذابا وقد کتب عنہ
ابو زرعۃ وابو حاتم ولم یذکرا فیہ جرحا وہما امامان فی النقد انتہی۔ اسکا ترجمہ ہم نہیں کریں گے۔ تم خود
کرلو۔ خلاصہ یہ سن لو کہ حسن کا یہ فعل موجب انکے کذاب ہونیکا نہیں ہے بلکہ ابو زرعہ اور ابو حاتم نے جو کہ امام فی النقد
ہیں انھوں نے حسن سے لکہا ہے اور کسی قسم کی جرح نہیں کی۔ اب یہ دیکہو کہ جماعت محققین محدثین کی انکی
بابت کیا کہتی ہے حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں حسن کو لاباس بہ لکہتے ہیں اور علامہ صفی الدین خلاصہ
میں لکہتے ہیں وثقہ احمد وقال النسائی لاباس بہ یعنی احمد نے حسن کو ثقہ کہا ہے اور نسائی نے کہا ہے

لاباس بہ یعنی یہ ثقہ ہیں۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں د وثقہ غیرہ وقال احمد بن الحسین الصوفی الصغیر کان ثقۃ انتہی یعنی بہت سے لوگوں نے حسن بن مدرک کو ثقہ کہا ہے اور احمد بن حسین صوفی نے کہا کہ حسن ثقہ تھے اور بعینہ یہی طرح حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب جلد اول میں بھی لکھا ہے اور یہی حافظ عسقلانی ہدی الساری میں لکھتے ہیں قال النسائی فی اسماء شیوخہ لاباس بہ وقال ابن عدی کان من حفاظ اھل البصرۃ انتہی یعنی نسائی نے کہا ہے لاباس بہ (یعنی ثقہ ہے) اور ابن عدی نے کہا کہ حسن اہل بصرہ کے حفاظ (ذرا اس جمع کو ملحوظ رکھنا) میں سے تھے۔ اور بعینہ اس عبارت سے انہیں علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب جلد اول میں بھی لکھا ہے۔ بس ثابت ہوگیا کہ حقیقت میں حسن بن مدرک حفاظ اور ثقہ لوگوں میں سے ہے۔ اور کلام ابوداؤد کا اوپر محل حسن کے محمول ہوگا۔ فافہم الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آپکے زعم فاسد وخیال باطل میں صحیح بخاری شریف کے راویوں کے مجروح ہونے کی بابت جو شکوک فاسدہ اور اوہام کاسدہ تھے سب کے سب ہباءً منثوراً اور قاعاً صفصفاً اور کان لم یکن ہوگئے اور ثابت ہوگیا کہ صحیح بخاری کے سب راوی ثقہ ہیں اور اسکی سب حدیثیں صحیح بلکہ اصح اور واجب العمل ہیں۔ اور کیوں نہو اسلئے کہ۔۶۔ بس اک نگاہ پہ ٹہرا ہے فیصلہ دل کا ++حریب۔ بخاری کی چند حدیثیں جو ایکدوسرے کے خلاف ہیں۔ ایسی حدیثیں بہت ہیں نمونہ کے طور پر یہاں صرف دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔ ۱۔ عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوۃ الجماعۃ تفضل صلوۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ ترجمہ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جماعت کی اکیلے کی نماز پر ستائیس ۲۷ درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ بخاری مطبوعہ احمدی جلد ۱ صفحہ ۸۹ باب فضل صلوۃ الجماعۃ۔ پس اس حدیث سے نماز جماعت کی فضیلت نماز اکیلے پر ۲۷ درجہ ثابت ہوتی ہے۔ اور اوسکے خلاف میں ایک دوسری حدیث ہے جو حدیث مذکور کے نیچے ہے اور وہ یہ ہے عن ابی سعید انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صلوۃ الجماعۃ تفضل صلوۃ الفذ بخمس وعشرین درجۃ۔ ترجمہ ابوسعید سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ نماز جماعت اکیلے کی نماز پر ۲۵ درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ اس حدیث سے نماز جماعت کی فضیلت نماز فرادی پر ۲۵ درجہ ثابت ہوتی ہے۔ پس اب دیکھئے کہ یہ دونوں حدیثیں کیونکر واجب الایمان ہوسکتی ہیں۔ کسواسطے کہ ۲۵ اور ۲۷

وہی بخاری ص ۲۶۸

ایک نہیں ہے۔ اگر ۲۵ درجہ صحیح ہے تو ۲۷ نہیں اور اگر ۲۷ درجہ صحیح تو ۲۵ نہیں **مجیب** کاش حدیث آپ
کسی استاد سے پڑھی ہوتی تو ہرگز ایسا نہ لکھتے۔ اے جناب! اِن دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے،
اسلئے کہ ۲۷ اور ۲۵ یہ دونوں اعداد ہیں اور اعداد میں تعارض نہیں ہوتا جانے آپکی بلا! کیا منطق کی
کتابیں بھی نہیں دیکھی؟! اسلئے کہ عدد زائد کم کو شامل ہے۔ اور کم زیادہ کے منافی نہیں۔ حدیث میں کوئی کلمہ حصر
کا حد دکیساتھ وارد نہیں جسکی بنا پر آپ کہہ سکیں کہ "اگر ۲۵ درجہ صحیح ہے تو ۲۷ نہیں اگر ۲۷ ہے تو ۲۵ نہیں"
یہ تو خلوص عمل کے موافق ہے جیسا اخلاص ہوگا ویسا درجہ ملیگا۔ اگرچہ ہمکو تو اب ضرورت نہیں تھی کہ اور
کچھ لکھیں کیونکہ اتنے ہی سے آپکا جواب ہوگیا۔ لیکن مزید توضیح کے لئے کچھ تفصیل سے عرض کرتا ہوں کہ
آپ اچھی طرح سمجھ جائیں۔ سنئے اور غور سے سنئے اِن دونوں حدیثوں میں مطابقت بچند وجوہ ہے
اولاً ذکر قلیل منافی نہیں ہے ذکر کثیر کے۔ پس دونوں حدیث کا مطلب صاف ہے ثانیاً رسول اللہ صلعم کو
خدا نے پہلے ۲۵ درجہ بتلایا تھا جب خدا نے لوگوں کی دلی رغبت جماعت کی طرف دیکھا تو اُنکے دل کو بڑھانے
کے لئے اپنے حبیب رسول سلام علیہ کو زیادتی فضل کی خبر دیا کہ ۲۷ درجہ اب بڑھ کے ہوگی ثالثاً ایک
روایت میں خمس وعشرین کا ممیز بجائے درجۃ کے جزءًا آیا ہے۔ لہذا اختلاف دونوں عددوں کا باعتبار اختلاف
ممیز اُن دونوں کے ہے پس بلحاظ جزءًا اجر فی الدنیا اور بلحاظ درجۃً اجر فی الآخرۃ مراد ہے رابعاً فرق
بلحاظ قرب وبعد مسجد کے ہے اگر مسجد قریب ہے تو ۲۵ درجہ اور اگر دور ہے تو ۲۷ درجہ خامساً فرق باحال
مصلی ہے اگر خشوع واخلاص اُس میں زیادہ ہے تو ۲۷ درجہ اور اگر کم ہے تو ۲۵ درجہ سادساً
فرق ساتھ نماز مسجد اور غیر مسجد کے ہے اگر مسجد میں جماعت سے پڑھا تو ۲۷ درجہ اور اگر غیر مسجد میں باجماعت
پڑھا تو ۲۵ درجہ سابعاً فرق ساتھ منتظر نماز اور غیر منتظر کے ہے اگر مصلی نے ایک جماعت کے بعد دوسرے
وقت کی نماز کا انتظار کیا ہے کہ باجماعت پڑھا تو ۲۷ درجہ ورنہ ۲۵ درجہ ثامناً فرق ساتھ پانے کل نماز
یا بعض کے ہے۔ اگر باجماعت تکبیر اولی کو پاکر پوری پڑھا ہے تو ۲۷ درجہ اور اگر تکبیر اولی فوت ہوگئی یا
نماز پوری نہیں پایا لیکن پھر بھی باقی کو باجماعت پڑھا تو ۲۵ درجہ تاسعاً فرق ساتھ کثرت جماعت
وقلت کے ہے اگر بہت بڑی جماعت تھی تو ۲۷ درجہ ثواب ہوگا ورنہ ۲۵ درجہ (اور یہی لیا گیا ہے) عاشراً
۲۷ درجہ خاص ہے جہری نماز یعنی فجر وعشاء ومغرب میں اسلئے کہ عموماً اِن تین وقت کثرت مصلی کی ہوتی ہے

اور ۲۵ خاص ہے سری نماز یعنی ظہر و عصر کے لئے۔ اور یہی وجہ تناسب ملکۂ النسب اور قریب ثواب ہے
اسلئے کہ ۲۵ درجہ جن وجوہات سے مقرر کئے گئے ہیں (جسکو ہم ابھی بیان کرتے ہیں) وہ سری اور جہری
دونوں نمازوں میں پائے جاتے ہیں لیکن جہری میں دو زیادہ ہیں اسلئے ۲۵ پر دو بڑہنے سے ۲۷ ہونگے
وہ وجوہات جنپر ثواب متفرع ہیں یہ ہیں (۱) اجابت موذن کی بہ نیت صلوۃ فی الجماعۃ (۲) اول وقت میں
چل کے جانا (۳) سکینہ اور وقار سے چلنا (۴) مسجد میں دعا پڑہتے ہوئے داخل ہونا (۵) مسجد مین داخل ہو کے
صلاۃ التحیۃ پڑہنا (۶) پہر انتظار جماعت کی کرنا (۷) پہر فرشتونکا اونکیلئے دعا و استغفار کرنا (۸) شہادت
فرشتوں کی مصلی کے لئے (۹) اجابت موذن کی اقامت (۱۰) سلامتی شیطان سے وقت بہاگنے اوسکے
کے نزدیک اقامت سے (۱۱) کہڑے رہنا انتظار میں تکبیر و احرام امام سے (۱۲) تکبیر اولی (تحریمہ) کا پانا (۱۳)
برابر کرنا صف کرنا اور بند کرنا کشادگی کا (۱۴) جواب دینا امام کا وقت کہنے اوسکے سمع اللہ لمن حمدہ کے (۱۵)
امن میں رہنا سہو سے اور امام کو اوسکے سہو پر ساتھ تسبیح کے متنبہ کرنا (۱۶) حاصل ہونا خشوع و سلامتی
وخضوع و اخلاص کا (۱۷) عمدہ کرنا ہیئت کا غالبا (۱۸) گہیر لینا فرشتوں رحمت کا (۱۹) حریص ہونا اوپر
سننے مخارج حروف قراۃ و سیکہنے ارکان کے (۲۰) ظاہر کرنا شعار اسلام کا (۲۱) ارغام شیطان (۲۲) تعاون
اوپر طاعت کے (۲۳) نشاط کا کسل کو حاصل ہونا (۲۴) سلامتی صفت نفاق سے (۲۵) جواب دینا
سلام کا اوپر امام کے اور نفع پہنچانا ذکر و دعا سے + یہ ۲۵ امر ہر سری و جہری نماز میں پائے جاتے ہیں
لیکن جہری میں یہ دو امر زائد ہیں (۲۶) انصات مقتدی وقت قراۃ امام بعد سورۂ فاتحہ کے (۲۷)
آمین کہنا مقتدی کا وقت آمین کہنے امام کے تاکہ موافق ہو آمین سے فرشتوں کے + اسی وجہ سے
۲۷ مختص ہے ساتھ نماز جہری کے اور ۲۵ مختص ہے ساتھ نماز سری کے **فتلک عشرۃ کاملۃ**
سمجھا جناب حنفی صاحب! ان دلائل و وجوہات سے مطابقت درمیان ہر دو حدیثوں کے پائی جاتی ہے
اور ان دونوں حدیثوں میں اسقدر نکات بہرے ہیں جو آپکو مخفی رہے جنکی سمجھ ہمیشہ حدیث میں
قاصر رہتی ہے اس برتے پر تتا پانی۔ اس قسم پر حدیث پر اعتراض اور خصوصا احادیث بخاری پر ہو آئندہ
سے اپنے اس ارادہ سے باز آئیے ورنہ یاد رکہئے ○

رنگ لائیگا یہ اک دن آپکا رنگِ حنا
او ستمگر پاؤں میں مہندی لگانا چھوڑ دے

مریب ۲ عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال آیۃ المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان۔ ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ منافق کی تین علامت ہے ایک جب بات کرے جھوٹ بولے دوسری جب وعدہ کرے خلاف وعدگی کرے تیسرے جب امانت دار بنایا جاوے خیانت کرے۔ بخاری مطبوعہ احمدی جلد ا صفحہ ۱۰ باب علامۃ المنافق۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منافق کی علامت تین ہے اور اسکے خلاف میں حدیث مذکور کے نیچے ایک دوسری حدیث ہے عن عبد اللہ بن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر۔ ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چار خصلتیں ہیں کہ جن میں سب خصلت ہوں وہ منافق خالص ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہے تو اس میں ایک خصلت نفاق کی پائی جاتی ہے جبتک کہ اسکو ترک کرے۔ اول جب امانت دار بنایا جائے خیانت کرے۔ دوئم جب بات کرے جھوٹ بولے۔ سوم جب وعدہ کرے خلاف وعدگی کرے۔ چہارم جب خصومت کرے حق سے جدا ہو جاوے۔ پس اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علامت منافق کی چار ہیں تین وہی جو پہلی حدیث میں ہے اور علاوہ اسکے ایک اور یعنی جب خصومت کرے حق سے جدا ہو جائے۔ پس یہ دونوں حدیث کیونکر ٹھیک ہو سکتی ہے؟ **مجیب** بہت ٹھیک ہے اسلئے کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ذکر قلیل منافی نہیں ہے ذکر کثیر کے۔ آپکا اعتراض جب صحیح ہوتا کہ پہلی حدیث میں حصر ہوتا اور عبارت یوں ہوئی ثلث آیۃ المنافق یعنی منافق کی علامت تین ہی ہے کیونکہ ایسے لفظ کو مقدم کرنا جسکا مقتضی تاخر ہو اسی کا نام حصر ہے۔ حالانکہ حدیث میں ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ آپنے بھی یہ ترجمہ نہیں کیا کہ منافق کی علامت تین ہی ہے۔ لہذا کوئی اعتراض نہیں۔ پس پہلی حدیث میں یہ تبلایا گیا ہے کہ یہ تین بھی منافق کی علامت ہے۔ اور چوتھی حدیث میں یہ ہے کہ ایک علامت یہ بھی ہے چنانچہ اس مطلب کو دوسری حدیث واضح کرتی ہے جسکو ہم تفصیل سے آپکی اگلی عبارت کے جواب میں تبلاتے ہیں۔ آپنے ہمکو سمجھا کیا ہے ٥

میں وہ ملا ہوں شیشہ سے پتھر کو توڑ دوں		نازک کلائیاں میری توڑیں عدو کا دل

مجیب اور اس میں ایک وقت سخت یہ واقع ہوگی کہ مثلاً اگر کسی شخص میں چوتھی علامت پائی جاتی ہو یعنی یہ کہ خصومت کیوقت حق سے جدا ہو جاتا ہے تو وہ مطابق پہلی حدیث کے منافق نہوگا اور دوسری حدیث کے مطابق منافق ہوگا۔ بس مطابق کتاب بخاری کے ایک ہی شخص منافق ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی ہوتا ہے **مجیب** واہ رے عقل! کتاب بخاری کے مطابق کیا؟ حدیث رسول کے مطابق یا کتاب بخاری کے مطابق؟ ع۔ بریں عقل و دانش ہزار آفریں + اب سنئے جواب۔ اے جناب! دقت کیوں واقع ہوگی۔ اگر کسی شخص میں چوتھی علامت ہو تو کیا پہلی حدیث اوسکی نفی کرتی ہے؟ جو اُسکے مطابق منافق نہوگا؟ ضرور ہوگا۔ دوسری حدیث کے اس جملہ پر غور فرمائیے۔ سرور کائنات فرماتے ہیں کہ جس شخص میں چاروں خصلتیں بالاجتماع ہونگی وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس میں ایک ایک خصلت اون میں سے ہوگی اس میں ایک خصلت نفاق کی ہوگی۔ بس جس شخص میں صرف چوتھی علامت ہوگی وہ منافق خالص نہوگا بلکہ اس میں ایک خصلت نفاق کی ہوگی۔ لہذا کوئی دقت نہیں۔ کہئے اب بھی سمجھے یا نہیں۔ اگر اب بھی نہیں سمجھا تو ہم علانیہ کہیں گے کہ ؎

ضیاء کو تیرگی اور تیرگی کو جو ضیاء سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ ایسی پہ وہ سمجھے تو کیا سمجھے

مجیب اب آخر میں ہم اپنے فریق مخاطب سے چند التماس کرتے ہیں اول یہ کہ اگر واقعی اُنکو مناظرہ کرنا ہے تو اوسکو صاف طور سے ظاہر کر کے چند لوگوں کو پنچ مقرر کریں (تا آخر) **مجیب** اجی جناب پنچ وینچ کا بکھیڑا ابھی رہنے دیں پہلے آپ اپنی تحصیل علوم کی سند تو پیش کریں کہ آپنے کن علوم کو کس مدرسہ میں تحصیل کیا ہے۔ اور اوس سند کو مشتہر کریں کہ پبلک بھی دیکھے۔ اور اگر آپ ہماری سند کی بابت کہیں تو ہم نے عرصہ ہوا اپنے رسالہ حکم الحاکم میں چند موقعوں پر اپنی سند کا مع مختصر عبارات اسانید ذکر کیا ہے اور آپکی فرمائش پر ہم بالتفصیل مشتہر کر سکتے ہیں۔ حوصلہ ہو اور مرد میدان بننے کا شوق ہے تو آیئے بسم اللہ ورنہ رشیدیہ (جو مناظرہ کی کتاب ہے اس) کو اٹھا کر دیکھئے کہ منجملہ شروط مناظرہ ایک شرط مساوات ہے بس پہلے اسکو ثابت کیجئے ؎

ادھر آ پیارے ہنر آزما دیں
تو تیر آزما ہم جگر آزما دیں

مجیب دوم۔ یہ کہ جو تحریر شائع کریں وہ مہذب پیرایہ میں ہونا چاہیے۔ کسواسطے کہ بخاری شریف

میں کوئی ایسی حدیث نہیں پائی جاتی ہے جو نامہذب طریقہ پر گفتگو کرنے کی تعلیم کرتی ہو فقط **مجیب** اگر بخاری شریف میں نہیں تو قرآن شریف میں تو ہے وجزاء سیئة سیئةٌ مثلھا صاحب کا مطلب یوں سمجھئے ؎

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے		ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

مریب ۱۳۲۲ھ قدسی **مجیب** واہ رے عربی دانی! او اسیر شوق مناظرہ! سنتہ کے آخر میں تا تانیث ہے جبکی صفت بھی مونث آنی چاہئے تاکہ موصوف وصفت میں مطابقت باقی رہے یوں لکھئے "ہجریہ قدسیہ" تمھواب بھی حق اوستادی نہیں ادا کروگے۔ الحمدللہ کہ اسکے فضل ومدد وتائید روح القدس سے عمر کریم تمی ھن کے اشتہار ۲ کا مکمل ومفصل جواب باوجود اشغال مختلف وافکار شتے کے آج ۹ دن میں تمام ہوا جناب من! اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی نہ آپکا منہ دکھائے ؎

مانگا کریں گے دعا اب سے ہجر یار کی		آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

ختم الله لنا بالحسنٰی والحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات الباقیات۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر البریة محمد وآله واصحابه وازواجه وذریاته واهل بیته وسائر اتباعه اجمعین۔ الی یوم الدین۔ ۱۳۲۷ھ هجری

حنفی کا مغلوب ہونا ہوئے سے ۱۳۲۷

اشعار در مدح امام بخاریؒ وجامع صحیح بخاری شریف

قول حافظ عبد الرحمن بن علی الربیع یمنی رح

تنازع قوم فی البخاری ومسلم		لدیّ وقالوا ای ذین تقدم
فقلت لقد فاق البخاری صحة		کما فاق فی حسن الصناعة مسلم

قول شیخ تاج الدین سبکی رح

علا عن المدح حتی ما یزان به		کانما المدح من مقدار ہ یضع
له الکتاب الذی یتلو الکتاب هدی		لدی اسناده طود لیس یضدع
الجامع المانح الدین القویم وسنته		الشریعة ان تغتالها البدع

قاضی المراتب دانی الفضل تحسبه ... كالشمس تبدل وسناها حين ترتفع

ذلت رقاب جماهير الانام له ... فكلهم وهو عالم فيهم خضعوا

لا تستمعن حديث الحاسدين له ... فان ذلك موضوع وينقطع

وقل لمن لام يحكيه اصطبارك ... لا تعجل فان الذي تبغيه ممتنع

وهبك تاتی كما يحكی شكايته ... النفس يحكى محيا الجامع السبيع

وانشد الشیخ شمس الدين اللاجوی رح (ملخصًا)

نحمد الله نبدأ ما حيينا ... حديث المصطفى والتابعينا

فان المصطفى صلوا عليه ... بطيب حديثه يتمسكونا

ويكفی مسلما علم البخاری ... يردّ به اعتقاد الكاذبينا

اذا ما جئته تلقاه بحرًا ... جواهره تفوق الحاضرينا

وفيه من العوالم فائحات ... على طلابه نورا مبينا

فكم فرض علمت به ونفل ... وكم حكم اعز الحاكمينا

وذروة فقهه يرقون فيها ... على حسب الادلة ينظرونا

مصابيح الهدى انبثت عليه ... فاصبح وهو كهف المهتدينا

فحصل ما قدرت عليه منه ... يكون ذخيرة دنيا ودينا

وكيف لا وخادمه امام ... شهاب الدين قاضي المسلمينا

بفتح الباری اتضحت وبانت ... مناهل علمه للواردينا

صحيح سد باب الطعن فيه ... وفتح من مسائله العيونا

جلا صور المسائل فاستبانت ... بالفاظ اتش يمهرونا

وفيه الواضحات وغامضات ... فلا يبعد به متفقهونا

واحكام يسعدك قد اضاءت ... شوارعها طريق السالكينا

ومن يدری الحديث ومستديه ... ويمليه الكرام الكاتبينا

سما بسماعه سطح الثريا ... اليه بوصله يتوصلونا

وحسبك والمحابر حين تملى ... ترى اقلامها في الساجدينا

ونختم بالصلوة على نبی ... ختام الانبيا والمرسلينا

وعترته الكرام وصاحبيه … وارضاهم وارضى التابعينا

قصيدة قاضي طلا محمد خان پشاوری رئیس الادباء سرحد (ملخصًا)

ان رمت فوزا فخذ واقرء حديث نبی … من معدن الرشد لا تترک ولا تذر

اعنی صحیح البخاری ذا بغیر مرا … اصح فی کتب الاخبار والاثر

اکرم به من کتاب جل رتبته … کالغیث منسجم والبحر مبتحر

روائح الرند والمسک الفتیت زکت … من ذا الکتاب الشذی المعجب الندر

هذا الکتاب الذی فیه اتباع نبی … نور لکل دجی القلب منکدر

هذا الکتاب الذی بحر الهدی فیه … طهر فؤادک عما فیه من قذر

هذا الکتاب الذی فیه هدی وشفا … فخل سمعک عن بلوی اخی هذر

هذا الکتاب الذی لو جئت ساحته … فخطر حلک قد نجيت عن خطر

هذا الکتاب الذی فیه منی وتقی … لکل ساع الی الخیرات مبتدر

هذا الکتاب الذی نور النبی به … طوبی لمقتبس فیه ومستحر

هذا الکتاب الذی زانت فضائله … طوبی لملتمس منه ومجتمر

هذا الکتاب الذی فاقت لوامعه … ادناه ابهی واسنی من سنا القمر

هذا الکتاب الذی لو کنت عامله … تالله رب العلی تنجو من السقر

هذا الکتاب الذی یهدی الی رشد … طوبی لمحتفظ فیه ومن دهر

هذا الکتاب ترا ه جنة ینعت … طوبی لمنتزه منها ومبتکر

هذا الکتاب احادیث مکرمة … مسلسلات الی المختار من مضر

هذا الکتاب الذی طاب النفوس به … وفی سناه جلاء القلب والبصر

هذا الکتاب الذی اضواءه ازدهرت … لیجلو بالنوارة کالنجم فی الخدر

هذا الکتاب الذی نرجو الفلاح به … فیه شفاء لقلب غیر مصطبر

هذا الکتاب الذی فیه درایتنا … لابد منه لاهل العلم والخبر

هذا الکتاب الذی قد جاء عن ثقة … عن مثله ثقة فی الصدق مشتهر

هذا الکتاب الذی تسمو جواهره … فی لمعة وسنی ابهی من الدرر

هذا الکتاب الذی اضحت تراجمه … متینة لاولی الاخبار والاثر

هذا الكتاب الذی طلت مقاصده — یغنیك عن كل سفر خط فی الخبر

هذا الكتاب الذی جمت عوائده — تشفی لكل مریض القلب ذی ضجر

هذا الكتاب الذی تشفی دراسته — لكل ذی عاهة للموت منتظر

هذا الكتاب الذی زاهت مداریه — لو حررت بسواد العین كان حری

هذا الكتاب الذی لا ریب مستنده — الی جناب رسول الله ذی الفخر

هذا الكتاب الذی قد جل سلوته — عند اللبیب لمیت الوجد والسهر

هذا الكتاب الذی یأتی الشفاء به — لكل عانی براه السقم بالذعر

هذا الكتاب الذی فیه درایتنا — كم فی قراءته من حبه الاثر

هذا الكتاب الذی یحلو مكرره — حلاوةً زائد احلی من السكر

هذا الكتاب الذی یأتی لعافیة — لكل ذی عاهة فی الموت محتضر

هذا الكتاب الذی ترانت عبارته — كانها غادة فی سندس خضر

هذا الكتاب الذی جاءت فضائله — مثل النجوم تراها غیر منحصر

هذا الكتاب الذی بانت جلالته — كالبدر فی غسق والنجم فی سحر

هذا الكتاب الذی فاحت نسائمه — وروحت روحنا من طیب الذفر

هذا الكتاب الذی طابت شمائمه — وعطر الكون من طیبه العطر

هذا الكتاب الذی فاقت شمائله — اهلا به من نسیم منه مستحر

بدح الهدی فی الضحی مثل الدجی فی العلی

یوح النهی والدهی ذی المنظر النظر

اللهم انصر من نصر البخاری الذی نصر دین محمد صلی الله علیه وسلم واجعلنا منهم - واخذل من خذل البخاری رحمه الله ورضی عنه ولا تجعلنا منهم - امین ثم امین برحمتك یا ارحم الراحمین

تمام شد

تقریظ رسالہ ہذا - از حبر علام بحر قمقام عالم یلمعی فاضل لوذعی علامۂ بے بدل فہامۂ اجل فخر المتقدمین سند المتاخرین محدث زماں مجتہد آوان قامع البدعت والتقلید رافع السنۃ والتوحید مولانا ابو الطیب مولوی محمد شمس الحق صاحب عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ -

بسم اللہ الرحمن الرحیم - الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی - امابعد - اس فقیر نے رسالہ **الریح العقیم** - مؤلفہ شاب فاضل صالح مولوی **محمد ابو القاسم** صاحب بنارسی بارک اللہ لہ واتاہ اللہ تعالیٰ حسن الدنیا والاخرۃ کو من اولہ الی آخرہ دیکھا ماشاء اللہ تعالیٰ بہت عمدہ وصحیح تحریر ہے اللہ تعالیٰ مولف کو جزائے خیر عطا فرماوے کہ انہوں نے ملحد کذاب مفتری کا خوب ہی جواب دیا ہے - اور سنت نبویہ علی صاحبہا السلام والتحیہ کی پوری طور سے حمایت کیا ہے - پس منکرین سنت نبویہ اور عدو محمد رسول اللہ صلعم خیر البریہ کے لئے تازیانہ ہے اور حاسد ملی صحیح البخاری کے لئے یہ کتاب سوط اللہ الجبار علی متن الملحدین الاشرار ہے - وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٭ حررہ ابو الطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی عفی عنہ

تقریظ از سخنور فصیح اللسان نکتہ سنج بلیغ البیان مولوی محمد یوسف صاحب شمس - محمدی فیض آبادی

انوارِ علم سے جو منور جہاں رہے — تقلید روسیاہ کی ظلمت نہاں رہے

تحقیق دیں کی روشنی پھیلے زمانہ میں — تقلید کفر زا کا نہ نام و نشاں رہے

تقلید کا جہان سے اندھیر دور ہو — مٹ جائے کذب و زور صداقت عیاں رہے

باطل کے دھوم دھام میں بے رونقی پڑے — بازار حق کی دھوم سدا بیگماں رہے

بے علم بدعتی نہ کبھی سر اوٹھائیں پھر — احبار دین کھینچے جو سیف بیاں رہے

جب وہ اوٹھائیں سر یہ اوٹھاتے رہیں حسام — ان نیچروں کے خوف سے وہ نیم جاں رہے

دکھلائے جہل جب وہ بخاری پہ کر کے جرح — دکھلاتا خوب اپنی ہی کم ظرفیاں رہے

تو بس کے منکرین کا ادہر سے ہو یہ علاج — تیار ایک غازی دیں پہلواں رہے

فاضل ہیں وہ محمد ابو القاسم جری — ہر ایک معرکے میں جو باعزّ و شاں رہے

انکا قلم ہے سیف پئے قتل مشرکیں — تقلیدیوں کا جس سے نہ نام و نشاں رہے

دجال پٹنوی پہ کئے ایسے ایسے وار — گر بے حیا نہو تو نہ قالب میں جاں رہے

منہج مستقیم اسکے لئے ایک عذاب ہے — ایسا رہیم ہو کہ نہ باقی نشاں رہے

بیہودگی سے سامنے آیا اگر تو پھر — خستہ عظیم او سیہ تر آسماں رہے

اے شمس واسطے ابو القاسم کے کر دعا — یارب یہ نوجوان ہمیشہ جواں رہے